مُلتان

نقیبِ ختمِ نبوّۃ

مولانا عبید اللہ سندھی
اور مسئلہ نزولِ مسیح علیہ السلام

شریعت آرڈیننس

امام ابو حنیفہ
اور تدوینِ قانونِ اسلامی

مرزا جی کا بڑھاپا
ظالم عشق کا سیاپا

مرزا طاہر کی دعوتِ مباہلہ
اور مولانا اللہ یار ارشد کا چیلنج

قصہ ایک خط کا
علامہ اقبال نے مرزائی بھتیجے کا
جواب

تصویر کے دو رُخ

تصویر کا ایک رُخ تو یہ ہے

کہ مرزا غلام کادیانی میں یہ کمزوریاں اور عیوب تھے۔

اُس کے نقوش میں توازن نہ تھا، قد و قامت میں تناسب نہ تھا، اخلاق کا جنازہ تھا، کیریکٹر کی موت تھی، سچ کبھی نہ بولتا تھا، معاملات کا درست نہ تھا، بات کا پکا نہ تھا، بُزدل اور ٹوڈی تھا، تقریر و تحریر ایسی ہے کہ پڑھ کر متلی ہونے لگتی ہے —— لیکن مَیں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اگر اُس میں کوئی کمزوری بھی نہ ہوتی، وہ مجسمہ حُسن و جمال ہوتا، قویٰ میں تناسب ہوتا، چھاتی ۴۵ انچ کی، کمر ایسی کہ سی۔آئی۔ڈی کو بھی پتہ نہ چلتا، بہادر بھی ہوتا، مردِ میدان ہوتا، کیریکٹر کا آفتاب اور خاندان کا ماہتاب ہوتا، شاعر ہوتا، فردوسیٔ وقت ہوتا، ابو الفضل اُس کا پانی بھرتا، خیام اس کی چاکری کرتا، غالب اُس کا وظیفہ خوار ہوتا، انگریزی کا شیکسپیئر اور اُردو کا ابو الکلام ہوتا، پھر نبوّت کا دعویٰ کرتا تو کیا ہم اُسے نبی مان لیتے؟ —— مَیں تو کہتا ہوں کہ اگر علیؓ دعویٰ کرتے کہ جسے تلوار حق نے دی اور بیٹی نبی نے دی، سیدنا ابو بکر صدیقؓ، سیدنا فاروقِ اعظمؓ، اور سیدنا عثمان غنیؓ بھی دعویٰ کرتے تو کیا بخاری انہیں نبی مان لیتا؟ نہیں اور ہرگز نہیں —— میاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جو تختِ نبوّت پر سج سکے اور تاجِ امامت و رسالت جس کے سر پر ناز کرے۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء۔

بانیٔ احرار امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطاب ستمبر ۱۹۵۱ء کراچی

یکے از مطبوعات
تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

سچّی توبہ

گناہوں کی سزا سے بچنے کے لئے صرف زبانی توبہ مطلوب نہیں بلکہ سچی توبہ عملِ صالح ہے دعائیں محرکاتِ عمل ہیں۔ خود عمل نہیں تاہم عملِ صالح کی بنیاد نماز و دعا ہے اس لئے نماز و دعا کے بعد دنیا کے گردابِ بلا میں غوطہ لگا کر ڈوبنے والوں کا سہارا بننا چاہیئے۔ کنارے پر کھڑے رہنا رہبانیت ہے۔ اللہ کا نام لے کر کود جانا اور لوگوں کو ساحلِ سلامتی تک پہنچانا اسلام ہے۔ انسانیت گردابِ کفر میں ہو اور مسلمان کھڑا دیکھا کرے یہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ ساحل ساحل چل کر منجدھار میں جان گنوانے والوں کی کیا مدد ہو سکتی ہے ساحل چھوڑ موجوں کے آغوش میں جاؤ۔ دوسروں کو بچاؤ۔ یہی گناہ کا کفارہ ہے قولی عبادت کفارۂ گناہ کی مشتبہ صورت ہے۔ جہاد تو اسلامی زندگی کا سب سے بڑا شرف ہے اور نجات کی یقینی سند ہے لیکن مبلغ کا پاک جذبہ اور اس کی نیکی اللہ کی خوشنودی کا اہم ذریعہ ہے جو جہاد نہیں کر سکتے ان کے لئے محض تبلیغی جدوجہد کفایت نہیں کر سکتی۔ جہاد اور تبلیغِ دین گناہوں سے چھٹکارا اور کفارہ ہو جاتے ہیں۔ اچانک روزانہ دعاؤں اور سنہری خوابوں کی دلنشین تعبیر سامنے آ جاتی ہے اور انعام یافتہ لوگوں کی طرح دل حسن کا کشمیر بن جاتا ہے۔ جنت بھی اس کا غیر آباد گوشہ معلوم ہوتا ہے۔

مفکرِ احرار
چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ
احرار تبلیغ کانفرنس دہلی
اپریل ۱۹۴۱ء

نقیب ختم نبوت
جولائی ۱۹۸۸ء
سلسلہ اشاعت (۶)

نُقَبَاءِ فکر
سید عطاء المحسن بخاری
سید عطاء المؤمن بخاری
سید عطاء المہیمن بخاری
سید محمد کفیل بخاری
سید عبدالکبیر بخاری
سید محمد معاویہ بخاری
سید محمد ذوالکفل بخاری
سید محمد ارشد بخاری
سید خالد مسعود گیلانی
عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوا
فاروق عمر ○ محمود شاهد
الحسنین ○ بدر منیر احرار

رابطہ: مدرسہ معمورہ
دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان
۲ روپے ○ سالانہ ۲۵/- روپے

دل کی بات

شریعت آرڈی ننس

پاکستان کی بنجر زمین میں حکمرانوں نے روزِ اوّل سے ہی ناانصافیوں کی کاشت شروع کر دی تھی۔ آئین کا مسئلہ، زبان کا مسئلہ، مزدوروں کا مسئلہ، ملازمین کا مسئلہ، قانون سازی کا مسئلہ، بیوروکریٹس کا مسئلہ، بالادستی کا مسئلہ کہ بالادستی قانون کی ہو یا بیوروکریٹس کی؟

اسلام کے نفاذ کا مسئلہ اور پھر سب سے بڑھکر یہ کہ اسلام ماڈرن سولائیزڈ بیوروکریٹس کے ذریعہ نافذ کیا جائے یا علماءِ اسلام کی خدمات حاصل کی جائیں؟ اس پر مستزاد معاشی، اقتصادی خوف ناک مسائل کا عفریت! ہم نہیں سمجھتے کہ ان مسائل کو ۴۰ برس میں حل کیا گیا بلکہ یہ مسائل مختلف بڑی شخصیتوں کو رام کر کے سرد خانے میں ڈال دیتے اور ان شخصیتوں نے درجہ دوم کی شخصیتوں کو اپنے سانچے میں ڈھال کر حالات کو "مستقبل" کے حوالے کر دیا۔ اسلام کے نفاذ کے لیے جب بھی قومی سطح پر یا سرکاری سطح پر آواز اُٹھی تو بیوروکریٹس، سرمایہ دار اور جاگیرداروں نے مذہبی طبقاتی کشمکش کو ہوا دی ملک میں طوفانِ بدتمیزی برپا کرایا۔ اور یہ مسئلہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے یکسر ہوا کا رُخ تبدیل کیا اور سیکولر طاقتیں بھٹو کے کھونٹے پر ننگا ناچ ناچنے لگیں جس کا ناچ بائیں بازو کی پاور کو بہت پسند آیا۔ مگر دائیں بازو کی پاور نے اپنی ۷ سالہ کاوشوں کو یوں موت کے گھاٹ اترتے دیکھ کر بلبلا اٹھیں اور جنرل محمد ضیاء الحق کے روپ میں دائیں بازو کا "پُرامن انقلاب" برپا ہوا۔ جنرل صاحب نے ۱۹۷۷ء سے آج تک اپنے خطبوں وعظوں اور تقریروں میں اسلام کا نفاذ اتنی مرتبہ کیا کہ لوگ بھول گئے کہ پاکستان میں اسلام نہیں ہے درمیان میں تین سال کی طفولیت کی عمر کا ایک نامزد "جمہوری فرق" برسرِاقتدار رہا اس نے پانچ نکاتی پروگرام دیا اور جونیجو حکومت کا نام پایا مگر افسوس کہ وہ بھی صدرِ گرامی قدر کی پالیسیوں کے مطابق اپنے مرغ بے ہنگام کو نہ ڈھال سکے اور انہیں اور ان کے رفقاء اقتدار کو بیک بینی و دوگوش نکال باہر کیا گیا۔

؏ بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

جنرل صاحب نے اقتدار کی شب زفاف کو طویل تر کرنے کے لیے سابقہ حکومت پہ اسلام کے ساتھ ناانصافی کا الزام تراشا اور سابقہ دس برس کی ملامتوں کو غسل دینے کے لیے شریعت آرڈیننس کے نفاذ کا اعلان کر دیا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کام ۱۹۷۷ء میں کیوں نہ کیا گیا ؟

۷۷ء سے ۸۸ء تک کون سے موانعات تھے جنہوں نے اس قسم کے ہلکے پھلکے آرڈی ننس کے نفاذ کو روکا ؟ اور اب کیا اس اعلانِ زور کے بعد اسلام نافذ ہو جائے گا ؟

ہم پوری دیانت داری کے ساتھ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ صدر صاحب نے جن ہاتھوں میں اسلام کا تنِ نازک دیا ہے یہ وہی ماڈرن سولائیزڈ بیوروکریٹس ہیں ۔

جو اپنے تقاضوں، اپنی خواہشوں اور اپنی مرضیات کے ماتحت نفاذ اسلام کا عمل جاری کریں گے اور ان اباحت پرستوں اور توسیع پسندوں سے یہ توقع عبث ہے کہ یہ لوگ اسلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات و تعبیرات اور صحابہؓ کے تعامل اور مجتہدین کی برسوں کی کاوشوں کے عین مطابق نافذ کریں گے نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ یہ ترمیم پسند ٹولہ اسلام کو اپنی گناہ آلود فکری ترمیموں سے داغدار کریں گے اور ان بدنما داغوں کو اسلام کہہ کے نافذ کریں گے ان کی برس ہا برس کی خواہش کو صدر صاحب نے بڑے خوبصورت اور مقدس لب و لہجہ میں پورا کر دیا ہے حالانکہ وہ اس پر بھی راضی نہیں ہیں اور ہم بھی اس پر راضی نہیں اس لیے کہ ہم اس آرڈی ننس کو نفاذ اسلام کے لیے نامکمل بلکہ ناقص سمجھتے ہیں اور یہ جدید یئے اپنی حرص و آز کی تکمیل نامکمل سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک اس پراسس سے اسلام نہیں آئے گا مستغربین کی خواہش پوری ہوگی اور مستغربین کے لیے "ملائیت" کے چھٹکارے کے لیے ۲۰ سالہ مارشل لا ء پلان کے ماتحت لانگ پراسس کا حسین موقع مل گیا کہ اسلامائزیشن بذریعہ مستغربین عین منشاء ہے ۔

اور اس اعلانِ زور کا سب سے بڑا فائدہ کیمونزم کے بڑھتے ہوئے فکری انتشار کو روکنے میں مضبوط سہارے کا مل جانا ہے ۔کہا جا سکتا ہے آپ لوگ کسی پہلو راضی نہیں ہوتے بات ہماری رضامندی کی نہیں اصولوں کی ہے، اصول ہیں عدل و تقویٰ! اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں اختیار کی باگ ہے وہ خود بگڑے ہیں اور نہ صرف یہ کہ عدل و تقویٰ سے محروم ہیں بلکہ وہ لوگ فسق و فجور میں علانیہ ملوث ہیں اور اگر ایک قدم آگے بڑھ کر بات کی جائے تو وہ بھی غلط نہیں کہ یہ لوگ فسق و فجور کے پروردگار ہیں اور ان کا اختیار و اقتدار گناہ کی بھٹیوں کا ایندھن اور بستی کے حرامیوں کی زینت ہے۔

سید عطاء المحسن بخاری

مولانا عبیداللہ سندھی اور مسئلہ نزولِ مسیح علیہ السلام

مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ نے اپنی زندگی اور اپنے خود ساختہ مناصب کے لئے جہاں قرآن و حدیث میں تحریف، تغیّر و تبدّل کیا وہاں ہم عصر علماء یا اسلاف کی عبارتوں کو بھی اپنے حق میں اسی "فنِ تحریف" سے خوب استعمال کیا مرزا جی کی جسمانی اور روحانی نسل نے بھی حق رفاقت ادا کرتے ہوئے یہی وطیرہ اختیار کیا ہوا ہے اور ہمارے اسلاف کی عبارتوں کو حذف و مسخ کر کے لوگوں کو قائل کرتے رہتے تھے کہ جناب فلاں نے ایسے لکھا ہے، تو اگر مرزا صاحب نے اس طرح لکھ دیا تو کیا عذاب آگیا۔ اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی مذموم کوششیں کرتے رہتے ہیں کہ مرزا صاحب بھی اُمت کے دیگر علماء کی طرح ایک مصلح ہے اور انکا یہ وطیرہ خصوصاً حضرت عیسٰی روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات، مارفع، اور نزول کے بارے میں بہت اذیت ناک ہے لطف کی بات یہ ہے کہ مرزائی اس کارروائی کے لئے دین نہ جاننے والوں پر شبخون مارتے ہیں اور وہ نادان جھٹ سجدے میں گر جاتے ہیں پھر احرار کے پاس بھاگے بھاگے آتے ہیں کہ مارے گئے جی ایک مرزائی نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے، کوئی آدمی دیں۔ میں نے بہت سے آنے والوں کو جواب دیا کہ جس آدمی کی آپ کو تلاش اور ضرورت ہے وہ آدمی آپ کے اندر ہے اسے جگا لیں بیدار و ہوشیار کریں مرزائی بھاگ جائے گا اس دور کے معاشی حیوانوں کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آئی وہ دنیا کے پیچھے یوں بھاگ رہے ہیں کسی اور کی تو کیا انہیں اپنی بھی ہوش نہیں ہوتی بس انہیں تو بارہ پندرہ سو گھنٹے کام کرنے کے بعد شام کو تجوری بھری ہوئی ملنی چاہیئے اس کے لئے وہ کبھی ہمارے پاس نہیں آتے اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں باقی کائنات سے بُری طرح غافل ہیں۔ گزشتہ کئی برس سے مجھے مرزائیوں کے بعض گروہوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ گفتگو بھی ہوئی، ان میں سے بعض نے کہا کہ مولانا عبیداللہ سندھی نے حیات عیسٰی علیہ السلام کا انکار کیا ہے، میں نے کہا ایسا ہرگز نہیں مولانا تو عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے قائل ہیں۔ اور جو شخص نزول کا قائل ہے وہ لازماً اس بات کا بھی قائل ہے کہ سیدنا مسیح مقدس علیہ السلام آسمانوں میں زندہ ہیں قیامت کے قریب نازل ہوں گے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ قرآن کی تفسیر لکھیں اور ان کی نگاہ سے قیامت و علامات قیامت کی آیات اوجھل رہ گئی ہوں۔ مولانا کی تفسیر میں

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ (پ ۲۵ سورۂ زخرف)	لے اور وہ قیامت کی علامت ہے اس میں مت شک کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے ۔

والا مقام پڑھے بغیر مولانا کے ذمہ انکار حیات عیسیٰ تہمت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول کا عقیدہ انہیں آسمانوں میں زندہ ماننے بغیر درست ہی نہیں جو اوپر نہیں ہے وہ نیچے کیسے آئے گا۔ میں چاہتا تھا کہ جن لوگوں کے پاس مولانا کی تفسیر قلمی موجود ہے ان سے مل کر اس مقام کو دیکھا جائے مگر اپنی معروفیت اور غفلت نے اُس چشمۂ صافی تک نہ پہنچنے دیا۔ اپریل کے اوائل میں مولانا محمد صدیق ولی اللٰہی جو مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں اور ہمارے دیرینہ کرم فرما وہ تشریف لائے تو ان سے اس مسئلہ پر بڑی تفصیل سے گفت وگو کی تو مولانا نے شفقت کی اور مولانا سندھی کی شرح سطعات کا جو قلمی نسخہ مولانا محمد صدیق کی لائبریری کی جان ہے۔ اس کا فوٹوسٹیٹ عنایت کیا اور ساتھ ہی مولانا کا رسالہ محمودیہ بھی عنایت کیا۔ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر مولانا کی دونوں کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں۔ قارئین پڑھ کر فیصلہ فرمائیں کہ مولانا سندھی حیات عیسیٰ کے قائل ہیں یا منکر؟

مرزائی، مرزائی نواز دونوں پڑھیں شاید عقل بینا ہو جائے مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ نے امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ کی دعوت وارشاد اور دینی انقلاب کی تعلیم کے لئے امام کی کتابوں اور عبارتوں کو منتخب کیا اور انہیں میں سے منتخب عبارتوں کو جمع کر کے رسالہ مرتب کیا۔ جس کا نام "محمودیہ" رکھا ان کے شاگرد شیخ بشیر احمد لدھیانوی مرحوم نے اس کا اردو ترجمہ "عبیدیہ" کے نام سے کیا محمودیہ صفحہ نمبر ۲۴/۲۴ عبیدیہ صفحہ نمبر ۲۵/۲۷ پر یوں رقم فراز ہیں کہ

قال الامام ولی اللہ فی التفہیمات الالٰہیۃ	امام ولی اللہ دہلوی تفہیمات الٰہیۃ ج ۲ صد ۱۲ میں
فألهمني ربّي جلّ جلالهٗ انك انعكس	فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے بذریعہ الہام سمجھایا
فيك نور الاسمين الجامعين نور الاسم	ہے کہ تجھ پر دو جامع اسموں کا نور منعکس ہوا ہے
المصطفوی والاسم العیسوی علیہما	اسم مصطفوی اور اسم عیسوی علیہما الصلوۃ والسلام
الصلوٰت والتسلیمات فعسٰی ان تکون سادۃ	تو عن قریب کمال کے رافق کا سردار بن جائے گا اور

لے عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا

لافق الکمال غاشیاً لاقلیم القرب فلن یوجد بعدك الا ولك دخل فی تربیته ظاهراً وباطناً حتی ینزل عیسیٰ علیہ السلام۔

قربِ الٰہی کی اقلیم پر حاوی ہو جائے گا تیرے بعد کوئی مقربِ الٰہی ایسا نہیں ہو سکتا جس کی ظاہری اور باطنی تربیت میں تیرا ہاتھ نہ ہو۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں۔

شرحِ سطعات کی عبارت

(۲) انسان کو اپنا حال اور مستقبل خود سوچ کر پروگرام بنانا چاہیئے ماضی پر فخر کرتے رہنا احمقوں کا کام ہے اور محض مستقبل میں کسی بڑے مصلح کا منتظر رہنا اس سے بھی زیادہ حماقت ہے۔ اول تو اس کا یقین نہیں کہ وہ مصلح ہمارے زمانہ میں آئے گا۔؟ فرض کیجئے وہ ہمارے زمانہ آتا ہے تو ہم یقین کر سکتے ہیں کہ وہ صرف فعال طاقتوں کو اپنے ساتھ لے گا۔ لولے لنگڑے اور قاعدین کو تو وہ اپنے پاس تک نہیں آنے دے گا اس قسم کا فکر رکھنے کے ہم دشمن نہیں ہیں کہ ایک مصلح آئے گا۔ اس لئے کہ سنی وشیعہ اس میں مبتلا ہیں اور حدیث میں اس کی وضاحت آچکی ہے اس موضوع پر ہم کسی سے جھگڑنا نہیں چاہتے لیکن یہ بات ہم دونوں طاقتوں کو دکھا سکتے ہیں کہ ان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو فعالیت کے ایسے بلند مقام پر پہنچا دیں کہ یہ لوگ اس آنے والے مصلح کے باڈی گارڈ اور وزیر اعظم ہو کر کام کریں ایک مذہبی جماعت کے لیے اس کا ماننا ضروری ہے اس لیے ہم اس کی رد کی طرف متوجہ نہیں ہوتے قوموں میں بلند تخیل پیدا کرنا ایک دن کا کام نہیں ہے اگر کسی قوم میں بلند تخیل پیدا ہو گیا ہے تو اس میں جو غلطیاں ہوں نکال دینی چاہیئں" شرحِ سطعات قلمی صفحہ ۲۴۲۳ مولانا مرحوم ولمغفور نے بڑی وضاحت سے یہ بات فرمائی ہے کہ نہ تو وہ کسی کی حیات کے منکر ہیں نہ کسی کے نزول کے بلکہ بات تو صرف یہ ہے جب تک کوئی آنے والا نہ آئے تم ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے رہو اور دعوت و انقلاب کا عمل نبوت چھوڑنے کا گناہ عظیم کرتے رہو زندہ رہنے والی قومیں ایسے مکروہ رویے کو دینی عمل کہیں تو بہت ہی ذلت کی بات ہے مولانا کے ہاں امت محمدیہ کی زبوں حالی کی بنیادی وجہ عملِ انقلاب کا ترک ہے اور آنے والے انتظار، جبکہ حدیث مبارکہ اور قرآن حکیم کے واضح احکام ہیں کہ کامیابی اور فلاح ان لوگوں کے لئے ہے جو جد وجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ کنج عافیت میں بیٹھ کر خیرہ چشمی سے تماشا کرنے والوں کے لئے نہیں"۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

زندگی کی کشادہ راہیں انہی لوگوں کے لئے ہیں جو جہادِ زندگی کے عاملین ہیں۔

مولانا نے اگر خدا نخواستہ کہیں ان غافلین کو جھنجوڑنے کے لئے کوئی جملہ کہدیا تو اس سے مقصد انکار نہیں بلکہ ایقاظ ہے وہ مولوی جو غفلت شعار ہیں اور کسی آنے والے کے لئے محو انتظار ان کا علاج وہی الفاظ ہیں جو مولانا نے کہیں کہدیے ہوں گے۔ واللہ اعلم

بشیر احمد عاجز قیصرانی
رحیم یار خان

نعت بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

تصور میں اپنے جو رہتے سدا ہیں — وہ خیر البشر ہیں وہ خیر الوریٰ ہیں
جہنم کا کیوں کر انہیں خوف ہوگا — مہربان جن پر رسولِ خدا ہیں
وہ شافعِ محشر۔ وہ ساقئ کوثر — وہ آنکھوں کی ٹھنڈک وہ دل کی جلا ہیں
رسولِ خدا تو سبھی بن کے آئے — مگر میرے آقا حبیبِ خدا ہیں
فقط چاہیئے آپ سے مجھ کو نسبت — وگرنہ میں کیا میرے اشعار کیا ہیں
زمانے کو جن سے ملا فیض عاجزؔ
وہ انسانِ کامل میرے راہ نما ہیں

مولانا ابوالکلام آزاد
ترتیب: مولانا غلام رسول مہر

آخری قسط

غزوۂ بدر

ظہور دعوت اور اس کے نتائج

مکہ میں جب پیغمبر اسلام کی دعوت کا ظہور ہوا تو قدرتی طور پر دو گروہ پیدا ہو گئے۔ ایک ان لوگوں کا تھا جنھوں نے یہ دعوت قبول کی دوسرا پوری قوم اور اس کے سرداروں کا جو اس کے مخالف تھے۔ غور کرو، دونوں میں بنائے نزاع کیا تھی؟

پیروان دعوت کہتے تھے، انھیں حق ہے کہ جس بات کو درست سمجھیں اختیار کریں۔ مخالف کہتے تھے انھیں یہ حق حاصل نہیں یعنی وہ انسان کے اعتقاد و ضمیر کی آزادی تسلیم نہیں کرتے تھے، چاہتے تھے، بزور شمشیر مسلمانوں کو ان کے اعتقادات سے پھرا دیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک ہر طرح کے مظالم برداشت کیے۔ آخر جب مکہ میں زندہ رہنا دشوار ہو گیا تو مدینہ چلے آئے لیکن قریش مکہ نے یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ پے در پے حملے شروع کر دیے۔

اب پیغمبر اسلامؐ کے سامنے تین راہیں تھیں؛

۱۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے، اس سے دست بردار ہو جائیں۔

۲۔ اس پر قائم رہیں مگر مسلمانوں کو قتل ہونے دیں۔

۳۔ ظلم و تشدد کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور نتیجہ خدا کے ہاتھ چھوڑ دیں۔

انھوں نے تیسری راہ اختیار کی اور نتیجہ وہی نکلا جو ہمیشہ نکل چکا ہے، یعنی حق فتحمند ہوا اور ظالموں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔

قرآن نے جس لڑائی کو جائز رکھا اس کی اصلیت اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

احکام جنگ

چونکہ لڑائی کی حالت پیش آ گئی تھی اس لیے اس کے ضروری احکام بیان کر دیے گئے۔ اس سورت (الانفال) میں اور اس کے بعد کی سورت میں تذکیر و موعظت کا مرکز یہی حالت ہے۔

۱۔ مالِ غنیمت جو لڑائی میں ہاتھ آئے، وہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے یعنی یہ بات نہیں ہونی چاہیے کہ جو جس کے ہاتھ پڑ گیا وہ اسی کا ہو گیا، بلکہ سب کچھ امام کے سامنے پیش کرنا چاہیے، وہ اسے جماعت میں تقسیم

کرے گا۔

۲۔ ان کی حالت ہر بار لڑائی کی، لیکن مسلمانوں کو باہم ہرگز صلح و صفائی کے ساتھ رہنا چاہیے۔

۳۔ ہر حال میں تقویٰ اور اطاعت ان کا نصب العین ہو کہ بغیر اس کے کامیابی ممکن نہیں۔

۴۔ سچا مومن وہ ہے جس کی روح خدا پرستی سے معمور رہتی ہے، جس کا ایمان گھٹنے کی جگہ برابر بڑھتا رہتا ہے جو نماز قایم رکھتا ہے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی نہیں تھکتا۔

۵۔ یہ آیت[۱] اس باب میں ناطق ہے کہ قرآن کے نزدیک ایمان کی ہر حالت یکساں نہیں۔ وہ گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے، نفسِ تصدیق کے لحاظ سے سب برابر ہیں، کیفیت و یقین میں تفاوت ہے۔

۶۔ عرب جاہلیت میں دستور تھا کہ لڑائی میں جو مال جس کے ہاتھ لگ جاتا، وہ اسی کا سمجھا جاتا تھا۔ رومیوں میں بھی ایسا ہی دستور تھا اور آج کل بھی یورپ کی تمام قوموں میں ایسا ہی قانون رائج ہے۔ جس شہر یا قلعہ کو فوج حملہ کرکے فتح کرلیتی ہے، ایک خاص وقت تک اسے لوٹنے کا حق ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں انگریزی فوج نے سرنگاپٹم، بھرت پور اور حیدرآباد سندھ کو بے دریغ لوٹا اور غدر ۱۸۵۷ء میں جب دہلی فتح ہوئی تو سات دن تک فوجیوں کو لوٹ مار کی اجازت دے دی گئی تھی، لیکن قرآن نے یہ حکم دے کر کہ مالِ غنیمت جو کچھ بھی ہاتھ آئے، حکومت (یعنی اسٹیٹ) کا ہے . . . . نہ کہ لوٹنے والوں کا، سپاہیوں کی ذاتی طمع و حرص کے ابھرنے کی راہ روک دی۔ چونکہ یہ نئی قسم کی سختی تھی، اس لیے ناگزیر تھا کہ لوگوں پر شاق گزرے۔ پس پہلے تقویٰ اور اطاعت کی تلقین کی پھر سچے مومنوں کی شان بتلائی۔

مختلف معارف

اس معاملے یعنی غنیمت کو بھی ویسا ہی معاملہ سمجھو جیسا جنگ بدر میں پیش آیا تھا۔ لوگوں کی خواہش دوسری تھی۔ اللہ کے رسول کا فیصلہ دوسرا تھا، بالآخر سب نے دیکھ لیا کہ حق بات وہی تھی جو اللہ کے رسول نے چاہی تھی۔

---

[۱] سورۂ انفال کی آیت ۲:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ؀

مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ ہر حال میں اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے ہیں۔

معاملہ یہ تھا کہ ہجرت کے دوسرے سال جب رؤسائے مکہ نے مدینہ پر حملہ کیا تو اسی زمانے میں ان کا ایک تجارتی قافلہ بھی شام سے مکہ آ رہا تھا اور مدینہ کے قرب وجوار سے ہو کر گزرنے والا تھا[1]۔ پیغمبر اسلام نے وحی الٰہی سے مطلع ہو کر فرمایا، ایک گروہ مکہ سے آ رہا ہے، دوسرا قافلہ ہے۔ ان دو میں سے کسی ایک سے ضرور جنگ ہوگی اور تم کامیاب ہو گے چونکہ قافلے کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے اس لیے مسلمانوں کی خواہش تھی کہ اسی سے مقابلہ ہو۔ مکہ والی فوج سے نہ لڑیں کیونکہ خود بڑی ہی کمزوری اور بے سروسامانی کی حالت میں تھے مگر پیغمبر اسلام نے لوگوں کے ان خیالات کی کچھ پروا نہ کی اور حملہ آوروں کے مقابلے کا فیصلہ کر لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تین سو تیرہ بے نواؤں نے رؤسائے مکہ کے پورے لشکر کو شکست دے دی۔

آیت ۷ (الانفال) میں "غیر ذات الشوکۃ"[2] سے قافلے والی جماعت مراد ہے۔ آیت ۵، ۶ (الانفال) میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ ایک فریق نے پیغمبر اسلام کا فیصلہ مان لیا تھا مگر دل میں سخت ہراساں تھا۔ نکلا تو اس طرح ڈرتا ہوا نکلا، گویا موت کے منہ میں دھکیلا جا رہا ہے۔

فرشتوں کا معاملہ آیت ۹، ۱۰[3] (الانفال) سے واضح ہو گیا کہ فرشتوں والی بات صرف اس لیے تھی کہ گزرد مسلمانوں کے دل قرار پا جائیں۔ یہ بات نہ تھی کہ لڑائی کی فتح مندی میں اسے کچھ

---

[1] بدر مدینہ منورہ سے اسّی میل کے فاصلے پر ہے اور ساحل بحر بدر سے قریب ہے۔ مولانا کا مقصد یہ نہیں کہ تجارتی قافلے کا راستہ مدینہ منورہ سے بہت قریب تھا۔ مراد بظاہر یہ ہے کہ مقابلتاً قریب تھا۔

[2] وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

اور (مسلمانو) جب ایسا ہوا تھا کہ اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا تھا (دشمنوں) کی دو جماعتوں میں سے کوئی ایک تمہارے ہاتھ ضرور آئے گی اور تمہارا حال یہ تھا کہ چاہتے تھے جس جماعت میں لڑائی کی طاقت نہیں (یعنی قافلے والی) وہ ہاتھ آ جائے اور خدا چاہتا تھا اپنے وعدے کے ذریعے حق کو ثابت کر دے اور دشمنانِ حق کی جڑ بنیاد تک کاٹ کر رکھ دے۔ یہ اس لیے تھا کہ حق کو حق کر کے اور باطل کو باطل کر کے دکھلا دے۔ اگرچہ ظلم و فساد کے مجرم ایسا ہونا پسند نہ کریں۔

[3] إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ وَمَا

جب تم نے اپنے پروردگار سے فریاد کی تھی کہ ہماری مدد کر اور اس نے تمہاری فریاد سن لی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ میں

(باقی ص ۲۹ پر)

داخل ہو۔ چنانچہ محققین تفسیر و حدیث اسی طرف گئے ہیں کہ فرشتوں کا نزول مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے ہوا تھا۔ لڑائی میں ان کی شرکت ثابت نہیں۔ نہ اس کی کوئی ضرورت پیش آئی تھی اور آیت ۱۲ (الانفال) میں فاضربوا کا خطاب مسلمانوں سے ہے، نہ کہ فرشتوں سے۔

مسلمانوں کے دلوں کو تھامے رکھنے کے لیے جو فرشتوں کا نزول ہوا، اس کی حقیقت کیا تھی؟ تو یہ معاملہ بھی عالم غیب کے حقائق سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم اپنے ذہن و ادراک سے اس کی حقیقت معلوم نہیں کر سکتے۔

بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی حالت بڑی ہی بے بسی اور کمزوری کی تھی۔ تین سو تیرہ آدمی لڑنے کے قابل تھے اور ان کا بھی یہ حال تھا کہ ایک آدمی کے سوا کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا پس قدرتی طور پر لوگ ہراساں ہوئے اور جو دل کے کچے تھے انھیں طرح طرح کے وسوسے ستانے لگے۔ پھر بڑی مصیبت یہ ہوئی کہ پانی کی جگہ ایک ہی تھی اس پر دشمن قابض ہو گیا۔ علاوہ بریں زمین ریتلی تھی۔ پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ دشمن سوار تھے ان کا کچھ نہ بگڑتا۔ مسلمان پیدل تھے ان کے پاؤں نہ جمتے۔

اہل حق کا اطمینان قلب

آیت ۱۱ (الانفال) میں فرمایا: غور کرو، خدا کی کارسازی نے کس طرح یہ ساری مشکلیں حل کر دیں؟ اس نے دلوں کو چین دینے کے لیے تم سب پر نیند غالب کر دی۔ اٹھے، تو دل کا سارا خوف و ہراس دور ہو چکا تھا چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: بدر کی پہلی رات کوئی نہ تھا جو آرام سے سو نہ گیا ہو۔ ہاں آنحضرت صلعم رات بھر عبادت کرتے رہے (بیہقی فی الدلائل) اور معلوم ہے، جس کے دل میں خوف و خطر ہو، وہ کبھی آرام سے سو نہیں سکتا۔ پس اس نیند کا طاری ہو جانا بے خوفی کا القا تھا۔ پھر عین موقع پر بارش ہو گئی اور افراط کے ساتھ سب کو پانی میسر آ گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ نہا دھو کر صاف ستھرے ہو گئے۔ کوئی نہ تھا جو چست و چاق اور تازہ دم نہ ہو گیا ہو۔ بارش کی وجہ سے ریت بھی جم کر سخت ہو گئی۔ پاؤں کے دھنس دھنس جانے کا اندیشہ جاتا رہا۔ اپنی کامیابی کی طرف سے بے اعتمادی و مایوسی جو دراصل شیطانی وسوسے کی ناپاکی تھی اب کسی کے

(بقیہ ص ۲۸۸)

جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

ایک ہزار فرشتوں سے کہ یکے بعد دیگرے آئیں گے تمہاری مدد کروں گا اور اللہ نے جو یہ بات کی، اس کا مقصد اس سوا کچھ نہ تھا کہ (تمہارے لیے) خوشخبری ہو اور تمہارے مضطرب دل قرار پا جائیں ورنہ مدد تو ہر حال میں اللہ ہی کی طرف سے ہے بلاشبہ وہ سب پر غالب آنے والا اور اپنے تمام کاموں میں حکمت رکھنے والا ہے۔

دل میں باقی نہ رہی۔

معنوی قویٰ کی درستی آجکل فن جنگ میں جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سپاہیوں کی سپرٹ یعنی معنوی قویٰ درست رکھے جائیں۔ یہاں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

صرف اس بات نے کہ پانی کی ضرورت باقی نہ رہی، ریت میں دھنسنے کا خطرہ جاتا رہا اور نہا دھو لینے کی وجہ سے جسم میں تازگی آگئی، لوگوں کے اندر جس درجہ خود اعتمادی اور سرگرمی پیدا کر دی ہوگی، اس کا اندازہ صرف اہل نظر ہی کر سکتے ہیں۔

بعض اوقات قدرتی حوادث کا ایک معمولی سا واقعہ بھی فتح و شکست کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ جنگ واٹرلو کے تمام مورخین متفق ہیں کہ اگر ۱۷۔ اور ۱۸۔ جون ۱۸۱۵ء کی درمیانی رات میں بارش نہ ہوئی ہوتی تو یورپ کا نقشہ بدل گیا ہوتا کیونکہ اس صورت میں نپولین کو بارہ بجے تک زمین خشک ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑتا۔ وہ سویرے سے ہی لڑائی شروع کر دیتا نتیجہ یہ نکلتا کہ بلوخر کے پہنچنے سے پہلے ویلنگٹن کو شکست ہو جاتی۔

واٹرلو میں بارش نہ ہوئی ہوتی تو یورپ کا سیاسی نقشہ بدل جاتا، لیکن بدر میں نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟ تمام کرۂ ارضی کی ہدایت و سعادت کا نقشہ اُلٹ جاتا۔ اسی طرف پیغمبر اسلام نے اپنی دعا میں اشارہ کیا تھا: اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ فلا تعبد فی الارض۔ خدایا! اگر غلاموں کی یہ چھوٹی سی جماعت آج ہلاک ہوگئی تو کرۂ ارضی میں تیرا سچا عبادت گزار کوئی نہیں رہے گا۔

حق و باطل میں امتیاز الانفال ۲۹[1] سے معلوم ہوا جو جماعت متقی ہوگی اس میں حق و باطل اور خیر و شر کے امتیاز کی ایک خاص قوت پیدا ہو جائے گی اور اس لیے کبھی باطل و شر کی طرف قدم نہیں اٹھائے گا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ اس اعتبار سے صدر اوّل کے مسلمانوں کا کیا حال تھا؟ عرب کے صحرانشیں جن کی ساری زندگیاں اُونٹ چرانے میں بسر ہوئی تھیں، یکایک ایرانیوں اور رومیوں جیسی متمدن قوموں کی قسمتوں کے مالک ہو گئے لیکن خیر و شر میں امتیاز کی ایک ایسی قوت ان کے قبضے میں آگئی تھی کہ جو کچھ کرتے تھے اور جس طرح کرتے تھے وہ حق و عدالت اور خیر و سعادت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔

وہ زمانہ کیا ہُوا جب ، مری آہ میں اثر تھا
یہی چشم خوں فشاں تھی یہی دل ، یہی جگر تھا

---

[1] یعنی مسلمانو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو (اور اس کی نافرمانی سے بچو) تو وہ تمہارے لیے (حق و باطل میں) امتیاز کی ایک قوت پیدا کر دے گا اور تم سے تمام برائیاں دور کر دے گا اور بخش دے گا اللہ تو بہت بڑا فضل کرنے والا ہے۔

خدا کی مخفی تدبیریں

" الانفال" ۳۰[1] پر غور کرو۔ انسان اپنے جہل و غفلت کی سرشاریوں میں کیا سوچتا ہے اور حکمت الٰہی کی مخفی تدبیروں کا فیصلہ کیا ہوتا ہے؟ ہجرت سے پہلے قریش مکہ نے منصوبے باندھے تھے تو کیا ایک لمحے کے لیے بھی انہیں آنے والے نتائج کا گمان ہو سکتا تھا؟ مگر کس طرح خود انہی کے ظلم و عداوت نے ان کا سارا سروسامان کر دیا؟ اگر ظلم نہ ہوتا تو ہجرت بھی نہ ہوتی اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو وہ تمام نتائج بھی ظہور میں نہ آتے جو ہجرت سے ظہور میں آئے۔ ایسی ہی صورت حال قانون الٰہی کی مخفی تدبیر ہے جو انسانی ظلم و فساد کی ساری تدبیریں ملیا میٹ کر دیتی ہے۔

دین کا نشہ حق

جب بدر میں مٹھی بھر بے سروسامان جنگ کے لیے نکلے تو منافق اور کچے دل کے آدمی اس کی کوئی توجیہہ نہیں کر سکے بجز اس کے کہ کہیں، انہیں ان کے دین کے نشے نے مغرور کر دیا ہے۔ بات اگرچہ بطور طعنہ کہی گئی تھی لیکن ایک لحاظ سے غلط بھی نہ تھی۔ بلاشبہ یہ دین ہی کا نشہ تھا، لیکن نشۂ باطل نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی معجزانہ بلاغت نے آیت (۴۹ الانفال[2]) میں ان کا قول نقل کر کے رد نہیں کیا، بلکہ صرف یہ کہا کہ من یتوکل علی اللہ[3]

صلح و امن

آیت ۶۱ اور ۶۲[4] (الانفال) نے کیسے قطعی لفظوں میں قرآن کی دعوت امن کا اعلان کر دیا ہے؟ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب جنگ بدر کے فیصلے نے مسلمانوں کی فتح مندی کا ڈنکا بجا دیا تھا اور تمام جزیرۂ عرب ان کی طاقت سے متاثر ہونے لگا تھا۔ حکم ہوا، جب کبھی دشمن صلح و امن کی طرف جھکے چاہیے کہ بلا تامل تم بھی جھک جاؤ۔ اگر اس کی نیت میں فتور ہو گا تو ہوا کرے، اس کی وجہ سے صلح و امن کے قیام میں ایک لمحے کے لیے بھی دیر نہیں کرنی چاہیے۔

خدا کی خاص نعمت

دنیا کا کوئی کام انسان کے لیے اس سے زیادہ مشکل نہیں کہ بکھرے ہوئے انسانی دلوں کو ایک رشتۂ الفت میں پرو دے اور یہ کام تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے، جب معاملہ ایسے انسانوں کا ہو جو صدیوں سے باہمی جنگ و جدال کی آب و ہوا میں پرورش پاتے رہے ہوں اور جن کے

---

[1] اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منکرین قریش کی مخفی تدبیروں کی طرف ہے۔ [2] اور جب ایسا ہوا تھا کہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا، کہنے لگے تھے، ان مسلمانوں کو تو دین نے مغرور کر دیا ہے۔ [3] اور جس کسی نے اللہ پر بھروسا کیا تو اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ [4] اور دیکھو اگر دشمن صلح کی طرف جھکیں تو چاہیے تم بھی اس طرف جھک جاؤ اور ہر حال میں اللہ پر بھروسا رکھو ..... اگر ان کا ارادہ یہ ہو گا کہ تجھے دھوکا دیں تو اندیشے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ کی ذات تیرے لیے کافی ہے۔

نفسیاتی سانچوں میں باہمی آمیزش وائتلاف کا کوئی ڈھنگ باقی نہ رہا ہو۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ایسے ہی لوگوں میں ہوا تھا، مگر ابھی ان کی دعوت پر اس بارہ ہی برس گزرے تھے کہ دینہ میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جو اس اعتبار سے بالکل ایک نئی مخلوق تھی۔ وہ جب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے باہمی کینہ وانتقام کا مجسمہ تھے لیکن جونہی مسلمان ہوئے، محبت وسازگاری کی ایسی پاکی وقدوسیت ابھر آئی کہ ان میں کا ہر فرد دوسرے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے مستعد ہو گیا۔

فی الحقیقت یہی وہ تزکیہ اخلاق کا مل ہے جو ایک پیغمبر از عمل تھا اور جو پیغمبر اسلام کی تعلیم وتربیت نے انجام دیا اور اس کی طرف آیت ۶۳ (الانفال) میں اشارہ فرمایا ہے۔[۱]

اس سے معلوم ہوا، مسلمانوں کی باہمی الفت ایک ایسی نعمت ہے جسے خدا نے اپنا خاص انعام قرار دیا ہے۔ افسوس ان پر، جو اس نعمت سے محرومی پر قانع ہو گئے اور اس کے لیے اپنے اندر کوئی جلن محسوس نہیں کی۔ آج باہمی الفت کی جگہ باہمی مناصمت مسلمانوں کی سب سے بڑی پہچان ہو گئی ہے۔ اسی کو انقلاب حال کہتے ہیں۔

اسیرانِ جنگ

جنگ بدر میں جب دشمن قید ہوئے تو سوال پیدا ہوا، اس بارے میں کیا کرنا چاہیے؟ چونکہ اس وقت مسلمان بڑی ہی تنگی وافلاس کی حالت میں تھے۔ اس لیے عام رائے یہ تھی کہ قیدیوں کے لیے فدیہ مانگا جائے اور جب تک فدیہ وصول نہ ہو قیدی رہا نہ کیے جائیں۔ بعض صحابہ کی رائے ہوئی کہ انہیں قتل کر دینا چاہیے۔ حضرت عمرؓ بھی انہی میں سے تھے لیکن آنحضرت صلعم نے عام رائے کے مطابق فیصلہ فرمایا اور قیدیوں کے لیے فدیہ طلب کیا گیا۔ جن قیدیوں کے لیے فدیہ نہیں ملا وہ روک لیے گئے۔

اس پر آیت ۶۷ (الانفال) نازل ہوئی۔ فرمایا: دنیا میں نبی اس لیے نہیں آتے کہ ان کے پیرو دشمنوں کو قید رکھ کر فدیے کا روپیہ لیں بلکہ مقصود اصلی دعوت حق کا اعلان ہوتا ہے۔ پس نبی کو سزاوار نہیں کہ جب تک اس کی دعوت ملک میں ظاہر وغالب نہ ہو جائے، اسیران جنگ کو فدیہ کے لیے روکے رکھے۔ تمہاری نظر متاع دنیا پر ہے اور خدا نے تمہارے لیے آخرت کا انعام پسند کیا ہے۔[۲]

---

[۱] اللہ ہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں باہم الفت پیدا کر دی۔ اگر تو وہ سب کچھ خرچ کر ڈالتا جو روئے زمین میں ہے، جب بھی ان کے دلوں کو باہمی الفت سے نہ جوڑ سکتا (انفال، ۶۳) [۲] قرآن سے یہی پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے مسلمانوں کو آگاہ وخبردار کیا گیا ہے یعنی ان کا اصل مقصود مال یا فدیہ نہیں جسے "متاع دنیا" کہا گیا بلکہ دعوت حق کی اشاعت وسطوت ہے یعنی یہ بتانا تھا کہ لڑائیوں کا مقصد مال غنیمت، اسیران جنگ اور فدیہ نہیں، صرف دعوت حق کی پیشرفت ہے۔ نیز اس میں رکاوٹوں اور مزاحمتوں کا ازالہ ہے۔

چنانچہ اس کے بعد آیت ۷۰ (الانفال) نے معاملہ بالکل صاف کر دیا۔ فرمایا، جو قیدی تدبیر کے لیے روک لیے گئے ہیں، ان سے کہہ دو کہ اگر تمہاری نیتیں صاف ہیں تو تمہارے لیے کوئی کھٹکا نہیں۔

جہاں تک اسیرانِ جنگ کا تعلق ہے، سورۂ محمد کی آیت ۴ نے آخری حکم دے دیا ہے فاما منا و اما فداءً یعنی آئندہ یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دیا کرو یا بدلہ لے کر، جیسی مصلحتِ وقت ہو۔

چھ ضروری باتیں سورۂ انفال کی آیت ۴۵ سے آیت ۴۷ تک چھ باتوں پر زور دیا جو فتح و کامرانی کا اصل سرچشمہ ہیں:

۱۔ فاثبتوا: ثابت قدم رہو، کیونکہ میدانِ جنگ کی ساری کامیابی اسی کے لیے ہوتی ہے جو آخر تک ثابت قدم رہے۔

۲۔ واذکروا اللہ کثیراً: اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو، کیونکہ جسم کا ثبات دل کے ثبات پر موقوف ہے اور دل اسی کا مضبوط رہے گا جو اللہ پر کامل ایمان رکھتا ہے۔

۳۔ و اطیعوا اللہ و رسولہ: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور رسول کے بعد اپنے امام و سردار کی، کیونکہ بغیر اطاعت (ڈسپلن) کے کوئی جماعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔

۴۔ ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم: باہمی نزاع سے بچو، ورنہ سست پڑ جاؤ گے اور بات بگڑ جائے گی۔

۵۔ واصبروا ان اللہ مع الصّٰبرین: کتنی ہی مشکلات پیش آئیں، جھیلتے رہو، بالآخر جیت اسی کی ہے، جو زیادہ جھیلنے والا ہو۔

۶۔ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطراً و رئاء الناس و یصدون عن سبیل اللہ: کافروں کا سا چلن اختیار نہ کرو۔ جو ایمان و راستی کی جگہ گھمنڈ اور دکھاوے کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، تمہارے کاموں کی بنا خدا پرستانہ عجز و اخلاص پر ہونی چاہیے[1]

---

[1] یہ نصیحتیں غزوۂ بدر کے سلسلہ ذکر میں کی گئی ہیں اس لیے انھیں یہاں درج کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ میں نے اصل آیات کے ٹکڑے ساتھ ملا دیے۔ مولانا کو "ترجمان" میں اس کی ضرورت نہ تھی کیونکہ آیتیں حواشی کے سامنے تھیں۔

۱۵

مصالحتی اور دفاعی مہمیں

(بدر سے احد تک)

غزوۂ الکدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے مراجعت کے بعد مدینہ منورہ میں سات دن سے زیادہ قیام نہیں فرمایا تھا کہ اطلاع ملی قبیلہ بنو سُلیم مدینہ منورہ پر یورش کی تیاریاں کر رہا ہے۔ مناسب یہی سمجھا گیا کہ غنیم کو اجتماع کی مہلت دیے بغیر اس کے خلاف پیش قدمی کی جائے۔ چنانچہ آپؐ نے سِباعؓ بن عُرفطہ غفاری کو مدینہ منورہ پر قائمقام مقرر فرمایا (بعض روایتوں میں ابن ام مکتوم کی قائمقامی کا ذکر ہے) اور خود الکدرؑ پہنچ گئے جو بنو سُلیم کی اجتماع گاہ تھا۔ بنو سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی اطلاع پاتے ہی منتشر ہو گئے۔ حضور صلعم تین روز الکدر میں قیام فرما رہے۔ پھر مدینہ منورہ واپس ہو گئے۔

غزوۂ سویق ابوسفیان بدر سے مکہ مکرمہ پہنچا تھا تو قسم کھائی تھی کہ جب تک بدر کے مقتولین کا بدلا نہ لے لے گا، نہ غسل جنابت کرے گا اور نہ سر میں تیل ڈالے گا۔ چنانچہ وہ جلد از جلد بدلا لینے کے مقصد سے دو سو شتر سوار لے کر روانہ ہوا اور مدینہ منورہ سے دس بارہ میل پر ٹھہر گیا۔ پھر خود مدینہ جا کر بنو نضیر میں سے حیی بن اخطب کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے دروازہ نہ کھولا تو سلام بن مشکم کے گھر پہنچا جو بنو نضیر کا رئیس اور خزینہ دار تھا۔ وہاں پُرتکلف کھانا کھایا۔ شراب پی۔ راز کی تمام باتیں سنیں۔ بعد ازاں اپنے ساتھیوں کو لے کر عُرَیض پر چھاپہ مارا جو مدینے کے شمال میں تین میل پر قناۃ کے پاس ایک مقام تھا۔ وہاں چند درخت جلائے۔ ایک انصاری کو جو کھیت میں سویا ہوا تھا نیز اس کے حلیف کو قتل کیا۔ گھاس کے کچھ انباروں اور گھاس پھوس کے چند مکانوں کو آگ لگائی۔ یوں اپنے خیال کے مطابق قسم پوری کر کے بھاگ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو مدینہ منورہ پر ابو لبابہؓ بشیر بن عبد المنذر کو قائمقام مقرر کر کے ابوسفیان کے تعاقب میں نکل پڑے اور قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے، لیکن ابوسفیان ہاتھ نہ آیا۔ اس کے پاس رسد کے لیے ستو تھے جن کے بورے راستے میں پھینکتا گیا۔ یہ بورے صحابہؓ نے اٹھا لیے۔ ستو کو عربی میں سویق کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے غزوے کا

له یاقوت کے بیان کے مطابق "الکدر" اور "مدینہ منورہ" کے درمیان قریباً چھیانوے میل کا فاصلہ ہے۔ (معجم البلدان جلد ۴، ص ۲۲۴)

یہ واقعہ اوائل شوال ۲ھ کا ہونا چاہیے (مطابق اپریل ۶۲۴ء)۔

ام سویق مشہور ہوا۔ یہ ذی قعدہ ۲ھ (مئی ۶۲۴ء) کا واقعہ ہے۔

غزوۂ ذی امر

غزوہ سویق سے واپس آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ ۲ھ اور محرم ۳ھ کے مہینے مدینہ منورہ ہی میں گزارے پھر اطلاع ملی کہ ذی امر[1] میں جو دیار غطفان میں ہے مدینہ منورہ پر حملے کے لیے قبائلیوں کا اجتماع ہو رہا ہے چنانچہ صفر ۳ھ (اگست ۶۲۴ء) میں آپ نے اس طرف (۲۲-اگست ۶۲۴ء - ۱۱-ستمبر ۶۲۴ء) کا قصد فرمایا اور صفر کا پورا مہینا اسی علاقے میں گزارا لیکن کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلعم کی تشریف آوری کی اطلاع پاتے ہی قبائلی لوگ پہاڑوں میں بھاگ گئے یاقوت نے اس غزوے کی تاریخ ربیع الاول ۳ھ لکھی ہے۔

غزوۂ بحران

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول ۳ھ کا مہینا مدینہ منورہ گزارا۔ پھر قریش مکہ سے جنگ کا ارادہ فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ ابن ام کلثوم کو قائم مقام مقرر فرمایا۔ بحران پہنچے جو فرع کے ضلع میں حجاز کی کان تھی۔ اس کا فاصلہ مدینہ منورہ سے کوئی ایک سو میل کے قریب ہوگا۔ ربیع الآخر اور جمادی الاولیٰ ۳ھ کے مہینے آپ نے ادھر ہی گزارے[3] لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

زید بن حارثہ کی مہم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہ کو ایک جیش کا سرعسکر بنا کر قردہ[4] بھیجا۔ واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد قریش نے شام کی تجارت کا عام راستہ ترک کر کے وہ راستہ اختیار کر لیا تھا، جو مدینہ منورہ کے شرقی جانب تھا اور اسے طریق عراق کہتے ہیں۔ بنی بکر بن وائل میں سے فرات بن حیان نام ایک شخص کو رہنمائی کے لیے ساتھ لے لیا تھا۔ زیدؓ بن حارثہ کی مہم کا مقصد یہی تھا کہ اس قافلے کو لوٹا جائے تاکہ مغربی راستے کی طرح قریش مشرقی راستے سے بھی تجارتی مال نہ لے جا سکیں۔ زیدؓ بن حارثہ کو قریش کا تجارتی قافلہ مل گیا، جس میں صفوان بن امیہ اور غالباً ابوسفیان بھی تھا اس قافلے کے پاس زیادہ تر چاندی تھی۔ زیدؓ نے چاندی اور دوسرا مال چھین لیا لیکن اہل قافلہ ان کے قبضے میں نہ آ سکے۔ مال لے کر زیدؓ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ قافلے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کیونکر پہنچی؟ نُعیم بن مسعود غطفانی اپنے یہودی دوست کنانہ بن ابی الحقیق نضری سے ملنے آیا۔ نعیم اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس نے قافلۂ قریش کا ذکر کنانہ سے کیا۔ وہاں ایک مسلمان بھی موجود تھا جس نے یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی۔ یہ جمادی الاولیٰ ۳ھ (نومبر ۶۲۵ء) کا واقعہ ہے۔ زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ ایک سو شتر سوار تھے۔ (مولف)

---

[1] دیار غطفان میں، جو مدینہ منورہ سے شمالی جانب ہے، ایک مقام۔ غالباً مدینہ سے تین منزل ہوگا یعنی چھتیس یا چالیس میل۔ [2] معجم البلدان جلد اول ص ۳۴۴۔ [3] ربیع الآخر ۳ھ کا آغاز ۱۲-ستمبر ۶۲۴ء سے ہوا اور جمادی الاولیٰ ۳ھ، ۱۸-نومبر ۶۲۴ء کو ختم ہوا۔ [4] نجد کی جانب ایک چشمہ جو مدینہ منورہ سے دو یا تین روز کی مسافت پر ہے۔

مولانا عنایت اللہ چشتی
سابق خطیب مسجد ختم نبوت کادیان

مرزاجی کا بڑھاپا اور ظالم عشق کا سیاپا

مولانا عنایت اللہ چشتی مجاہدینِ احرار کی باقیات میں سے ہیں۔ آپ کادیان میں مجلس احرار اسلام کے مرکز جامع مسجد ختم نبوت میں بحیثیت خطیب و منتظم خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتاب مشاہداتِ کادیان بھی تحریر فرمائی۔ زیرِ نظر مضمون ۱۹۳۴ء سے بھی پہلے کا تحریر کردہ ہے لیکن اپنی افادیت و نوعیت اور جدت و تنوع کے اعتبار سے آج بھی تروتازہ ہے۔ ہمارے رفیقِ فکر جناب محمد عمر فاروق نے نقیبِ ختم نبوت کے قارئین کے لئے ارسال کیا ہے۔

مضمون میں آنجہانی مرزا غلام قادیانی کے "سوزِ دروں" کو موضوع بنایا گیا ہے اور مولانا نے کہیں کہیں بریکٹ میں تیز و طرار اور شوخ فقرے بھی اِس فرنگی نبی کی "ذاتِ بے برکات" پر چُست کئے ہیں۔ لیکن ایسے فقروں کا نوکِ قلم پر آجانا کوئی فکر و اندیشہ کی بات نہیں، چونکہ وقتِ تحریر خود مولانا بھی شباب کے نقطۂ عروج پر تھے۔ اور جوانی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

اَلشَّبَابُ شُعبَۃٌ مِّنَ الجُنُون — کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے

اگر کاروانِ حیات کے ایسے ہنگامہ خیز دور میں مرزا ایسا "مریضِ مراق و فراق" ان دیوانوں کے ہتھے چڑھ جائے تو پھر بنتی نہیں بادہ و ساغر کہے بغیر

رہا مرزاجی کا عشق ؛ تو اس بارے میں جوش ملیح آبادی پہلے ہی کہہ گئے ہیں کہ

فطرت میں اس کی سوز اگر شیطان کے قدم لے آنکھوں پر
بیگانہ ہو رسمِ عشق سے گر جبریل کی بھی تعظیم نہ کر

لیجئے مضمون پڑھیئے اور سر دُھنیئے۔ (ادارہ)

مرزا جی کے سوانح حیات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جناب ابتداءً مفلس و نادار تھے مگر دماغ عیاشانہ و شاہانہ رکھتے تھے۔ ساتھ ہی عشقِ مجازی کے دل جلے۔ حُسنِ بُتاں کے دلدادہ اور بھلے مانس آدمی تھے۔ عیاشی کے اسباب مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ منغض و مغموم رہا کرتے تھے۔ قسما قسم کی عیاریاں وحیلہ سازیاں کیں۔ لیکن نامراد رہے۔ پندرہ روپے کی ملازمت کی۔ حد سے زیادہ کند طبع و غباوۃ کی وجہ سے امتحانِ مختاری میں بُری طرح ناکام رہے۔ آخر تنگ آکر مجددیت، مسیحیت و مہدویت کا ڈھونگ رچایا۔ جو کمپنی کے بعض سمجھ دار ممبروں کی وجہ سے ایک حد تک کامیاب رہا۔ اب مرزا جی تھے۔ اور عیش و رنگ رلیاں۔ لیکن جونہی عمر نے پلٹا کھایا۔ سن شریف پچاس سے گزرا۔ مسیحیت و مجددیت نے ڈاڑھی کو بڑھایا تو اس کم بخت قوم صنفِ نازک نے کنارہ کرلیا بس وہی مرزا اور وہی غم والم ؎

شب وعدہ کسی کی انتظاری کیا قیامت ہے
کھٹکتی خار بن کر ہے مہک پھولوں کے بستر کی

الہاموں سے ڈرایا، بہشت کے وعدے دیئے۔ روپے سے ملاقات چاہی لیکن کیا کہوں۔ ڈاڑھی اور بڑھاپے سے اس ذات کو کچھ ایسی نفرت ہے کہ نہ ملی اور نہ ہی ملی۔

پہلا الہام : اللہ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تیری (احمد بیگ) بڑی لڑکی کا رشتہ اپنے لئے طلب کروں۔ اگر تو راضی ہے تو تجھے وہ زمین جو تو چاہتا ہے۔ اور اس کے ساتھ دوسری زمین بھی تجھے دوں۔ اور تیرے لئے برکت ہو۔ ورنہ تو بھی دو برس میں مرجائے گا اور تیری لڑکی کا خاوند بھی تین برس میں مرجائے گا۔ انتہی ملخصاً آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۲، ۵۷۳

مگر مرزا احمد بیگ نے انکار کیا اور قادیانی کی آرزو کو بُری طرح ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد مرزا جی متعدد اشتہار ڈراوے اور دلاسے کے شائع کئے مگر مرزا احمد بیگ کچھ ایسا مستقل ایمان رکھتے تھے کہ کسی کی پرواہ نہ کی اور جہاں چاہا لڑکی کو بیاہ دیا۔

فرنگی نبی کی عشقیہ داستان

خواہشیں دم توڑ گئیں
آرزوئیں مرجھا گئیں
زندگی برباد ہوئی
عشق میں رسوائی ہوئی، مفت میں بدنامی ہوئی،
تمنائیں پوری نہ ہوئیں
پیشنگوئیاں۔ جھوٹ ثابت ہوئی
الہام کا چکر چلایا دولت کا لالچ دیا
رقعے لکھے، منتیں کیں، پاؤں پکڑے
سفارشیں کرائیں، بددعائیں دیں، دھمکیاں دیں
مگر "محمدی بیگم" نے مرزا جی سے نکاح کرنے سے انکار کردیا۔

اب میں ان خطوط کے چند اقتباسات ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں جس میں مرزا جی نے احمد بیگ کو گوناگوں لالچوں میں پھانسنا چاہا مگر وہ نہ پھنسا۔ قسم قسم کے ڈراوؤں سے ڈرایا مگر خدا نے اس کے دل کو مضبوط رکھا۔ مگر وہ خداداد بصیرت سے مکروفریب کو تاڑ گیا۔

اقتباس خط مرزا بنام احمد بیگ والد محمدی بیگم مورخہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء

" مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ سلمہٗ اللہ تعالیٰ

میں نہایت عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرماویں۔ میں نے لاہور میں جاکر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں (صاف جھوٹ۔ اس وقت لاہور میں ہزاروں مرزائی کہاں تھے۔ اور غیر مرزائی تمہارے خیال میں مسلمان کیسے؛ اور ان کی دعائیں کیسی، مؤلف) خدا تعالیٰ اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔

خاکسار عباد اللہ غلام احمد"

خط بنام علی شیر بیگ پھپھڑ محمدی بیگم مورخہ مئی ۱۸۹۱ء

" مشفقی مرزا علی شیر بیگ سلمہٗ تعالیٰ

السلام علیکم! میں آپ کو نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں (اس سے مرزائیوں کی باطل تاویل اڑ گئی کہ محمدی بیگم کے رشتہ دار بے دین وبدمذہب تھے۔ اس لئے مرزا صاحب نے ان کو مسلمان بنانے کے لئے سلسلہ جنبانی کی۔ مؤلف) مگر آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور اللہ رسول کے دین کی کچھ پروا نہیں رکھتے (خوب جو مرزا کی رنگ رلیوں میں بھنگ ڈالے وہ خدا رسول کی کوئی پروا نہیں رکھتا، حاشا وکلا وہ صحیح معنوں میں مسلمان

ل: نبی، مجدد عاجزی نہیں کرتے

تھے۔ ایک بوڑھے مچھپھڑ مفتری علی اللہ کے حوالے معصوم لڑکی کا کرنا جس کی وجہ دنیاوی لالچ ہو، گناہِ کبیرہ ہے۔ مؤلف) اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے۔ تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض۔ کہیں جائے۔ مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا (معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کوئی دینی یا دُنیوی رنجش اور مخالفت نہ تھی۔ مؤلف) اور ان کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو۔ وہی میرے خون کے پیاسے ہیں۔ (خوب۔ جو غریب بوڑھے آدمی کو بلحاظ شفقتِ پدری نوجوان لڑکی نہ دے۔ وہ خون کا پیاسا ہوتا ہے۔ یہ کہاں کی منطق اور کلام میں صریح تناقض۔ اوپر لکھتے ہیں لڑکی کی وجہ سے عداوت ہو رہی ہے اور یہاں لڑکی کی ضرورت نہیں۔ واہ جی واہ) اور چاہتے ہیں خوار ہو رُوسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے رُوسیاہ کرے۔ مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں (جب تجھے بذریعہ الہام معلوم ہوا تھا کہ ضرور حسرت پوری ہو گی تو پریشانی کیسی۔ مؤلف) میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو (معلوم ہوا کہ پہلے رشتہ تعلق پیار محبت موجود تھی۔ مرزائیوں کی تاویل تارِ عنکبوت ہو کر اڑ گئی اور ان کا یہ کہنا سراسر دھوکا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کو شادی کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ان لوگوں کو مسلمان بنانا چاہتے تھے۔ مؤلف) بلکہ میں نے سُنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ کہیں مرتا بھی نہیں۔ مرتا مرتا رہ گیا۔ ابھی مرا بھی ہوتا۔ بے شک میں ناچیز ہوں۔ ذلیل ہوں خوار ہوں (ہائے حسن کی کشش ایک گردن اکڑ مغل کو کیسا کمزور کر دیا۔ دوسری جگہ تو ڈھینگ اُچھالتے ہیں کہ زمین و آسمان میرے حکم میں ہے۔ موت و حیات کا اختیار مجھے مل چکا ہے اور یہاں عشقش چناں گرفت کہ غلام غلام شد کا پورا مصداق بن گئے۔ مؤلف) آپ اپنے گھر کے آدمی کو تاکید کریں تا کہ بھائی سے لڑائی کر کے ان کے ارادے کو روک دے۔ (کیا کہنے مسیح و مجدد دنیی کے کہ لڑائی کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ مؤلف) ورنہ مجھے خدائے تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے رشتے ناطے توڑ دوں گا (یہ شہوت کا بخار ہے یا مجددیت کا اثر۔ مؤلف)

خاکسار غلام احمد از لودھیانہ۔ اقبال گنج۔ ۴ر مئی ۱۸۹۱ء

مرزا فضل احمد کے بڑے لڑکے کی ساس کو دھمکی آمیز خط ۔

"والدہ عزت بی بی (فضل احمد کی بیوی) کو معلوم ہو کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی بیگم مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدائے تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اِس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا (کرشن جی مہاراج کا جوش؟ مؤلف) آج میں نے مولوی نور دین اور فضل احمد (فرزند مرزا) کو خط لکھ دیا ہے کہ فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیوے اور اگر فضل احمد طلاق لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جاوے گا اور اپنے بعد اس کو اپنا وارث نہ سمجھا جاوے گا اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے گا۔ (شہوت بے شک اندھا کر دیتی ہے۔ لیکن بڑھاپے میں اس قدر غلبہ کہ اپنے فرزند کی بھی پرواہ نہیں اور بلا قصور طلاق پر مجبور کرتے ہیں مؤلف)

غلام احمد از لدھیانہ ۔ اقبال گنج ۔ مورخہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

جب مرزا احمد بیگ نے کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے نکاح کر دیا تو مرزا صاحب نے بھی رُخ بدل کر اپنی رسوائی پر یوں پردہ ڈالا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور یہی قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی ۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے ۔ خواہ خدائے تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آئے ۔ (دیکھو اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء مطبوعہ حقانی پریس لدھیانہ)

اور ابو السعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے جواب میں اپنے زخمی دل کو یوں تسلی دیتے ہیں

میری اس پیشین گوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں ،

۱۔ اوّل : نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا

۲۔ دوم ، نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا ضرور زندہ رہنا

۳۔ سوم ، پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی مر جانا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا ۔

۴۔ چہارم ، اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا

۵۔ پنجم ، اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کر لوں ۔ اس لڑکی کا زندہ رہنا

۶۔ ششم ، پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا (افسوس کہ نہ آئی اور نہ ہی آئی) آئینہ کمالات اسلام صـ ۳۲۵)

مرزا جی پر یہ زمانہ ایک خاص کیفیت سے گزر رہا تھا ۔ دلِ زخمی پر دشمنوں کے طعنے نمک پاشی کا کام کر رہے تھے ۔ دل بیمار تھا ۔ طبیب لہو کا پیاسا پریشان دماغ پر تخیلات فاسدہ کا ہجوم دل کو تسلی دیتے دیتے ذرا آنکھ لگ جاتی تو عالمِ خواب میں بھی وہ ظالم پیچھا نہ چھوڑتے ۔ مرزا جی انہیں الہام سمجھ جھٹ شائع کر کے ذریت کو مطمئن کرتے ، مجددیت و مسیحیت کا جال تارِ عنکبوت ہو رہا تھا ۔ غرض اس حالت کو دیکھ کر ایک سخت سے سخت دشمن کا دل بھی موم ہوتا تھا ۔ لیکن ساتھ ہی مرزا جی کی مستقل مزاجی بردباری کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ اللہ اللہ ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک کا طویل عرصہ جس صبر اور استقلال سے گزرا ۔ کوئی عاقل اسے نظر انداز نہیں کر سکتا ۔ ان ایام میں مرزا جی جن تصورات و تخیلات سے مجروح دل کی مرہم پٹی کرتے رہے ۔ اس کا کچھ نمونہ بھی ہدیۂ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

الہام : اس عورت کو جو احمد بیگ کی عورت کی بیٹی ہے ۔ پھر تیری طرف لاؤں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر تیرے نکاح کے ذریعے سے قبیلہ میں داخل کی جائے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ممکن نہیں کہ معرضِ التوا میں رہے (انجام آتھم صفحہ ۲۱۶) نفس پیشگوئی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح[1] ٹل نہیں سکتی ۔

(اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)

غرض اس قسم کے سینکڑوں زٹلیات سادہ لوحوں کو سنا سنا کر سینہ تھامتے رہے ۔ لیکن جب مرزا سلطان محمد صاحب شوہر محمدی بیگم مرزا کی بیان کردہ موت کے اندر نہ مرا ۔ بلکہ پھلتا پھولتا گیا تو مرزا جی نے بھی تصویر کا رخ بدل دیا ۔ یعنی ۷ اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا دوسری جگہ نکاح ہوگیا ۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۹)

اس تاریخ کو دیکھ کر حساب کرنے سے پتہ چلتا ہے ۔ مرزا سلطان محمد کی زندگی کا آخری دن ۸ اکتوبر ۱۸۹۴ء تھا ۔ چونکہ خدا کو منظور تھا کہ اس مفتری کو پوری طرح ذلیل کیا جائے ۔ اس لئے بجائے زندہ رکھنے کے خدا نے مرزا سلطان محمد کو اس قدر عزت بخشی کہ اولاد عطا ہوئی اور دنیاوی لحاظ سے سنا ہے کہ محمدی بیگم مرحومہ کا بڑا لڑکا میونسپل کمشنر ہے اس ذلت کو دیکھ کر مرزا جی یوں ہانپنے لگے ۔

اس پیشین گوئی کا دوسرا حصہ جو اس کے داماد کی موت ہے وہ الہامی شرط کی وجہ سے دوسرے وقت پر جا پڑا اور داماد اس کا الہامی شرط سے اسی طرح متمتع ہوا جیسا کہ آتھم ہوا کیونکہ احمد بیگ کی موت کے بعد اس کے وارثوں میں سخت مصیبت برپا ہوئی ۔ سو ضرور تھا کہ وہ الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتے ۔ اور اگر کوئی

---

[1] مرزائیوں کا جواب کہ شرطی تھی (کسی طرح) کے لفظ سے اس کی بیخ کنی ہوگئی ۱۲ مؤلف

بھی شرط نہ ہوتی تاہم وعید میں سنت اللہ یہی تھی جیسا کہ یونس کے دنوں میں ہوا۔ پس اس کا داماد تمام کنبہ کے خوف کی وجہ سے اور ان کے توبہ اور رجوع کے باعث سے اس وقت فوت نہ ہوا۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ خدا کا وعدہ ہرگز ٹل نہیں سکتا۔ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۳

(سبحان اللہ نبی کی کلام متناقض صریح۔ اوپر وعید بتاتے ہیں۔ اور نیچے شوق وصال میں فوت مرزا سلطان محمد کو وعدۂ الٰہی قرار دے کر اپنی دیرینہ امید کو نہیں توڑتے۔ مؤلف) سنیئے صاحب اس سے بھی زیادہ واضح تسلی بخش تصور مرزا صاحب کا پیش کرتا ہوں۔ تصور کیا ہے۔ دل جلی چھاتی کا بخار ہے۔ اب بھی ان الفاظ سے گرمیٔ عشق محسوس ہوتی ہے۔ (مؤلف)

اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیش گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی اس لئے وہ بیاہ کے بعد چھ ماہ کے بعد مر گیا اور پیشین گوئی کی دوسری جز پوری ہو گئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا۔ اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیشین گوئی کا ایک جزو تھا انہوں نے توبہ کی۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے اس لئے خدا نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی (ہائے گندم بکار ایک بوڑھے فرتوت کو کس طرح پکار رہا ہے۔ مؤلف) امید کیسی یقین کامل ہے (داد دینے کے قابل ہے عاشق ہو تو ایسا جو کبھی نا امید نہ ہو۔ شاباش۔ مؤلف) یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔

(اخبار الحکم۔ ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء۔ مرزا صاحب کا حلفیہ بیان عدالت ضلع گورداسپور۔)

حضرات: اوّل تو یہ سب بکھنڈ طفل تسلیوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کیوں کہ مرزا سلطان محمد آج تک زندہ ہے۔ دنیا کے ہر قسم کے اسباب سے بہرہ ور ہے۔ محمدی بیگم مرحومہ اپنی زندگی پوری کر کے اپنی خداوند عصمت کو لے کر واصل باللہ ہوئی۔ خداوند کریم اسے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ مرزا سلطان محمد کاذب کے خوف و ہراس سے ہرگز متاثر نہیں ہوا کیونکہ اگر اسے خوف و ہراس لاحق ہوتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیئے تھا کہ اسلام کو خیرباد کہہ کر مرزائی ہو جاتا لیکن دنیا جانتی ہے کہ مرزا سلطان محمد صحیح مضبوط انسان ہے یہ کس قدر دجل ہے۔ دیکھئے بھالتے دنیا کو اندھا کرنا چاہتے ہیں۔ جھوٹ سے نہیں شرماتے کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا۔ ہراساں ہو گیا وغیرہ وغیرہ خرافاتِ واہیہ

لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ ڈر گیا تو مرزا جی اپنے معشوق سے بکلی نا امید ہونے کے

خوف سے کچھ مہلت دیتے رہے ہیں اور یقینِ کامل رکھتے ہیں کہ رقیب کے مرنے سے وصال ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ تمام رسوائی مرزا جی کو اس کے خدا کی طرف سے ہوئی کیونکہ اوّل تو فرشتہ بھیج کر ایک دوا[1] کے ذریعے سے مرزا جی کے اندر پچاس مردوں کی قوتِ باہ جمع کر دی۔ اس کے بعد خود ہی بذریعہ الہام ایک دوشیزہ کے متعلق سلسلہ جنبانی کی تلقین کی۔ کئی قسم کی تسلیاں دیں کہ ضرور تجھے ملے گی۔ اس کو وعدہ سے تعبیر کیا لیکن شاید بعد میں رحم آگیا کہ پچاس مردوں کے حوالہ ایک لڑکی کو کرنا شاید ظلم نہ ہو اس لئے وعدہ کو پورا نہ کیا۔ کیا کہنے نبی کے اور ساتھ اس کے خدا کے دنیا سمجھ لے گی کہ ایسے نبیوں کا خدا کون ہے۔

ابوجہل کو بھی اپنے خدا نے کہا تھا

لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم فلما تراءت الفئتٰن نکص علیٰ عقبیہ و قال انی بریءٌ منکم الخ (سورۃ انفال پارہ ۱۰)

(بدر کے موقع پر ابوجہل کو اس کے خدا نے کہا) لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکتا کیونکہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب دونوں لشکروں کو مقابل ہوتے دیکھا تو پیچھے کھسک کر کہنے لگا میں تم سے بیزار ہوں۔

مرزا جی کو بھی اس کا خدا بارش کی طرح الہامات برسا کر تسلی دیتا رہا کہ ضرور تجھے ملے گی اور پچاس مردوں کی قوتِ مردمی ٹھنڈی ہو گی لیکن جب پوری شہرت و رسوائی ہو چکی تو ایک وعدہ بھی پورا نہ کیا بلکہ مرزا جی پورے اٹھارہ برس چیختے پکاتے جلتے سڑتے بے نیل مرام اگلے جہان کی طرف لڑھک گئے اور رسوائی کا ڈھنڈورہ آج تک اس کی ذریت سن رہی ہے۔ شرم شرم۔ غرض ۱۹۰۷ء تک تو مردانہ وار عاشقی میں ثابت قدمی کا خراجِ تحسین حاصل کرتے رہے لیکن ۱۹۰۷ء میں کچھ مایوسانہ شکل میں کر کہنے لگے "کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا تھا لیکن بعض ضروری وجوہ کی بنا پر فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ (انتہیٰ ملخصاً۔ تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳)

---

[1] مرزا جی لکھتے ہیں۔ میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے منہ میں دوائی ڈال رہا ہے چنانچہ وہ دوائیں میں نے تیار کی اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۳۵ ن ۱۵)

ثابت قدمی کو دیکھیئے پوری نا اُمیدی مرتے دم تک ظاہر نہ کی ۔ تقریباً تقریباً یہ آخری آرزو تھی اس کے بعد جلدی ۱۹۰۸ء میں توراہیٔ عدم ہوئے ۔ یہ ہے داستان ایک پنجابی بوڑھے فرنگی نبی کے عشق کی جو ایک حد تک اس شعر کی مصداق ہے ؎

تیرے عشق کا جس کو آزار ہوگا
سُنا ہے قیامت میں دیدار ہوگا

چیلنج

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ۸ ؍اکتوبر ۱۸۹۲ء یعنے مرزا سلطان محمد کی الہامی موت کے آخری دن سے پہلے مرزا کی کسی کلام میں کوئی شرط دکھاؤ یا وہ دن گزرنے کے بعد مرتے دم دن تک مرزا کو مایوس ثابت کرو ، ہرگز نہیں مرزا مرتے دم تک مایوس نہیں ہوا بلکہ آخر تک یہی تسلی دیتا رہا کہ اسے مہلت دی گئی ضرور مرے گا حتیٰ کہ ۱۹۰۸ء میں اتنی مایوسی دکھائی کہ شاید فتح ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا ۔ مرزائیو ! غور کرو کچھ تو نبیٔ عربی کی حرمت کا پاس کرو کل میدانِ محشر میں کیا جواب دو گے ۔ نبی ﷺ کی غلامی کو چھوڑ کر کس کی غلامی کا پھندہ گلے میں ڈلوا

✺✺✺✺✺

یک روزہ احرار ورکرز کنونشن مُلتان

۱۰ ؍محرم ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۴ ؍اگست ۱۹۸۸ء
صبح ۹ بجے تا عشاء ۔ مقام : دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

○ تمام احرار کارکنوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مرکزی مجلسِ شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق مرکزی " تربیتی احرار ورکرز کنونشن " میں پابندی کے ساتھ شریک ہوں ○ ہر کارکن سرخ قمیص ہمراہ لائے اور پہن کر اجلاس میں شریک ہو ○ ہر مقامی جماعت اپنے مندوبین کی فہرست ۲۲ ؍جولائی تک مرکز کو روانہ کر دے ○ کارکن زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوں ۔

سید عطاء المحسن بخاری
مرکزی ناظم اعلیٰ مجلس احرارِ اسلام پاکستان دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

ایس ایس بخاری ملتان

ترے لئے ہے مِرا شعلہ نوا قندیل

عورت کو دنیا نے جس نگاہ سے بھی دیکھا وہ مختلف ممالک میں مختلف رہی ہے۔ روم اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا ہے، یونان اس کو شیطان کہتا ہے، کلیسا اس کو باغ انسانیت کا پھول تصور کرتا ہے۔ یورپ اس کو خدا یا خدا کے برابر مانتا ہے، لیکن اسلام کا نقطۂ نظر ان سب سے جداگانہ ہے، وہاں عورت نسیمِ اخلاق کی نکہت اور چہرہ انسانیت کا غازہ سمجھی جاتی ہے جس انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے جہاں سسکتی اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نئی زندگی ملی وہیں عورت کو وہ مقام بخشا گیا جس پر نسوانیت تا قیامت فخر کر سکتی ہے وہی عورت جسے اسلام سے قبل باعث ندامت سمجھا جاتا تھا جس کی پیدائش پر سوگ کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، کسی کو بھی یہ گوارا نہیں تھا کہ کوئی دوسرا شخص اُس کا داماد کہلائے بیٹی کی عظمت سے بے بہرہ باپ اُسے زندہ درگور کر دیتا اور اُس کے دل میں جذبۂ رحم کی کوئی بھی لہر کروٹ نہ لیتی تو اُسی عورت کو آپؐ نے معاشرے کا باعزت اور قابلِ احترام فرد بنایا جنت اُسی عورت کے قدموں تلے بتائی جسے جانور سے بھی زیادہ حقیر سمجھا جاتا تھا اور پھر عورت ہر روپ میں قابلِ احترام ٹھہری اور یہی عورت جب اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتی خدا اور رسولؐ کے احکامات کو دل و جان سے قبول کرتی رب العالمین کے ہاں سر بسجود ہوئی اور محبوب خدا کی محبت کا ہار اپنے گلے میں ڈالا تو پھر خدیجہؓ جیسے روپ میں نبیؐ کی ہمدرد و رفیق مونس و غم خوار ٹھہری پھر عورت عائشہؓ کے روپ میں مسند علم و فضل پر یوں جلوہ افروز ہوئی کہ بڑے بڑے جیّد صحابہ کرامؓ بھی استفادہ کے لیے حاضرِ خدمت ہوتے اور جب سمیہؓ کے روپ میں آئی تو اسلام کی پہلی شہید خاتون کہلائی فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روپ میں جنت کی عورتوں کی سردار ٹھہری، اسماءؓ بنت ابی بکر صدیق بھی عورت ہی ہے، چاروں بیٹوں کی شہادت پر سجدہ شکر بجا لانے والی ام خنساءؓ بھی عورت ہی ہے۔ عورت ام عمارہؓ ہے جو غزوہ اُحد میں رسول اکرمؐ سے سامنے دشمنوں کے وار کو روکنے کے لئے سینہ سپر ہو جاتی ہیں۔ عورت فاطمہؓ بنت خطاب ہے۔ جن کی دعوت پر حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔ ام سلیمؓ کی ترغیب پر ابو طلحہ نے آستانہ اسلام پر سر جھکایا تھا۔ عکرمہؓ اپنی بیوی ام حکیمؓ

کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے تھے۔ اور ام شریکؓ دوسیہ کی وجہ سے قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا تھا۔ جو نہایت مخفی طور پر اس خدمت کو سرانجام دیتی ہے اور پھر یہی عورت جب اُم الخیر کے روپ میں آتی ہے، تو اس کی گود میں شیخ القادر جیلانیؒ پلتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ حسن بصریؒ، جنید بغدادیؒ امام مالکؒ نے عورت ہی کی گود میں پرورش پائی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بڑے بڑے جری بہادر دلیر اسی عورت کی آغوش کے پروردہ ہیں۔ محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، سلطان حیدر علی، محمود غزنوی نے عورت ہی کی کوکھ سے جنم لیا۔ گویا اسلام نے عورت کو اپنے کنار عاطفت میں لے کر وہ عظمت بخشی کہ دنیا کا کوئی بھی مذہب نہ دے سکا۔ ۔ ۔ ۔ کہنے والوں نے عورت کے بارے میں بہت کچھ کہا۔ ۔ ۔ افسانہ حیات کا عنوان، باغ امید کا سدا بہار پھول، گلدستہ حیات، مترنم غزل، بہار کا جھونکا، خوشی کا پیغام۔ ۔ ۔ ۔ سرمایہ سکون، جسم شعریت، ہمہ تن حسن، پھول کی طرح نازک، کائنات کا رنگ، اور معصومیت کا مرقع۔ ۔ ۔ لیکن آقائے دو جہاںؐ نے ایک ہی ایسی جامع بات فرمائی، جس کی نظیر نا ممکن ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دنیا ایک متاع ہے اور اس کی بہترین متاع صالحہ عورت ہے یعنی عورت کی سب سے بڑی خوبی اس کی نیکی ہے۔

اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ الْمَتَاعِ اِمْرَاۃٌ صَالِحَۃٌ

گویا۔ ۔ ۔ سیرت کی خوبی حسنِ کردار، نیکی و تقویٰ صورت کی خوبی پر سبقت لے گئی اور کائنات کی بہترین متاع صرف عورت ہی نہیں بلکہ صالحہ عورت ٹھہری۔ ۔ ۔ ۔ عورت کی عظمتوں کا سفر اس وقت ختم ہوا اور اس کے تقدس کو گرہن اس وقت لگا جب اس نے خدا اور رسولؐ کے احکامات سے روگردانی کی اور خدا کی مقرر کردہ حدود و قیود کو توڑا جب وہ برابری کا نعرہ لگا کے مرد کے شانہ بشانہ آ کھڑی ہوئی جب اس نے پردے کو ایک جنجال اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے ترک کیا۔ اور اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ باہر نکل آئی تو پھر کہیں رابعہ بصریہ پیدا نہ ہوئیں اور نہ اُم الخیر کی یاد دوبارہ تازہ ہوئی پھر وہ کسی بھی محمد بن قاسم، سلطان ٹیپو اور محمود غزنوی کو جنم نہ دے سکی اور یہ سب کچھ اسی وجہ سے ہوا کہ اس نے شریعت مصطفےٰ سے رُخ موڑا اس نے چار دیواری کو قید خانہ تصور کیا، اور خدا کے اس حکم کی خلاف ورزی کی جو قرآن کریم میں یوں ہے (اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور نہ زینت ظاہر کرو زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح) اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ عورت کا اصل مقام اس کے گھر کی چار دیواری ہے عورت چراغ خانہ ہے۔ اور گھر میں اجالے اُسی کے دم سے ہیں۔ لیکن۔ ۔ ۔ یہی عورت جب چراغ خانہ سے شمع محفل بنتی ہے تو پھر وہ اندھیروں کی پیغامبر بن جاتی ہے وہ طوفان اور آندھی میں رکھی ہوئی اُس شمع کی مانند ہوتی ہے جس کی لو ہوا کے تیز جھونکوں سے تھرتھرانے لگتی ہے اُس

کے پاکیزہ وجود پر جب نامحرم نگاہیں پڑتی ہیں۔ جب ہوس بھری نظریں اُس کی طرف اٹھتی ہیں۔ تو پھر اس کا تقدس پامال ہو جاتا ہے اس کے چہرے پر سے حیا کی لالی ماند پڑنے لگتی ہے اور چمن کائنات کا حسین پھول مرجھانے لگتا ہے ۔۔۔۔ لیکن ۔۔۔۔ اس کے باوجود عورت آج بھی آزادی کا نعرہ لگا رہی ہے ۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں آنا چاہتی ہے۔ اور اس کے لیے وہ پردہ کو رکاوٹ سمجھ رہی ہے، لہٰذا برقع کی جگہ چادر نے لے لی اور پھر چادر کی جگہ دوپٹہ آ گیا۔ بعض جگہ تو دوپٹہ بھی ندارد! کون جانے اگلا قدم کیا ہوگا۔ اس سلسلہ میں ام خلادؓ نامی صحابیہ کا ایک قول ہے جو تہذیب نو کے منہ پر طمانچہ ہے اور نسل نو کے لیے نشان منزل۔ اُم خلادؓ کا بیٹا شہید ہوا تو وہ دربار رسالت میں باپردہ حاضر ہو کر بیٹے کے متعلق دریافت کرنے لگیں لختِ جگر کی اچانک جدائی کے صدمے سے نڈھال ہونے کے باوجود پردہ کے اہتمام پر بعض حاضرین مجلس کو تعجب ہوا تو کہنے لگیں (رزئ ابنی فلن ارزأ حیائی) فرماتی ہیں میرا بیٹا ہی تو مارا گیا ہے۔ حیاء وغیرت تو نہیں ماری گئی وہ بھی تو عورت ہی تھیں صنف نازک سے ہی تعلق تھا لیکن اس قدر ابتلاو مصیبت کے وقت بھی پردے کے اہتمام کو ملحوظ رکھا یہ تو صرف ایک مثال ہے تاریخ اسلامی اپنے اندر ایسی ہزاروں قابل تقلید مثالیں لیے ہوئے ہے کہ خواتین نے مذہبی اور علمی کارنامے سرانجام دیئے اور سیاست میں بھی حصہ لیا۔ غزوہ خندق میں حضرت صفیہ نے جس بہادری سے یہودی کو قتل کیا۔ غزوہ حنین میں اُم سلیم کا خنجر لے کر نکلنا ایک مشہور بات ہے اسماء بنت یزید نے خیمے کی چوب سے نو رومیوں کو قتل کیا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی خدمات انجام دیں میدانِ جنگ سے زخمیوں کو اٹھا کر لے جانا پانی پلانا زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا تیر اٹھا کر دینا وغیرہ۔ حضرت عائشہ اور دیگر صحابیات نے غزوہ اُحد میں مشک بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلایا تھا ام عطیہ نے سات غزوات میں صحابہؓ کے لئے کھانا پکایا تھا یہ سب خواتین تو تھیں لیکن پھر بھی پردہ کے اہتمام کو نہیں چھوڑا اور پھر اسلام تو عورت کو وہ حقوق دیتا ہے جو اس سے پہلے کبھی کسی مذہب نے نہیں دیئے لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ مرد اور عورت کو اپنے اپنے دائرہ کار میں رہنے کی تلقین کرتا ہے اعمال اور اجروثواب کے لحاظ سے مرد وزن یکساں ہی تو ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (ترجمہ: تم میں سے معزز وہی شخص ہے جو متقی اور پرہیزگار ہے) اس میں مرد وزن بلاتفریق شریک ہیں۔ اسلام نے عورت کو چادر اور چار دیواری کا تحفظ فراہم کیا اور حیا کو عورت کا زیور قرار دیا بچوں کی نگہداشت اور خانہ داری اپنی عصمت و عزت کی حفاظت شوہر کی اطاعت کو عورت کے فرائض میں شامل کیا۔ اور کسب معاش کی ذمہ داری مرد کے کاندھوں پر رکھی بیوی سے حسنِ سلوک اور اس کے حقوق کی بطریق احسن ادائیگی کو مرد کی ذمہ داری میں شامل کیا۔ اور پھر اس کے بعد بھی اگر دونوں اپنے اپنے فرائض سے تغافل برتتے ہیں اور ایک دوسرے کے

حقوق کو صحیح طور پر ادا نہیں کرتے تو دونوں ہی خدا کے ہاں جواب دہ ہیں جس کی تصدیق حضورؐ کے اس قول مبارک سے ہوتی ہے کہ تم سب نگہبان ہو اور سب اپنی اپنی رعایا کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے۔ نجانے پھر کونسی مساوات ہے جس کے لئے آج کی عورت جدوجہد کر رہی ہے کن حقوق کی وہ خواہاں ہے کیا مسلمان عورت کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ عریاں لباس میں تجارتی اداروں کی پبلسٹی کرے؟ کیا یہ بات اس کے وقار کو مجروح نہیں کرتی کہ وہ اپنی پہچان ماڈل گرل کے طور پر کروائے؟ عورت کی اس تذلیل پر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ آخر عورت ہی تشہیر کا ذریعہ کیوں ہے؟ اشیائے صرف میں سے کون سی چیز ایسی ہے جس پر عورت کی تصویر نہ ہو؟ کیا مسلمان عورت کا یہی مقام و منصب ہے؟ حوا کی بیٹی جسے حضور ختم الرسلؐ نے آبگینہ کہا اس کا تقدس یوں مجروح ہو رہا ہے حیرت ہوتی ہے کہ آخر مسلمان عورت مشرق کی بیٹی کس رو میں بہہ نکلی ہے تو ایک ہی بات سامنے آتی ہے کہ یہ دین سے دوری اسلامی قوانین کی خلاف ورزی اور غیر مسلم اقوام کی اندھا دھند تقلید کا نتیجہ ہے کہ آج مسلم معاشرے کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے۔ گویا قرآن میں پردے کا حکم ہے ہی نہیں۔ حدیث اس بارے میں ساکت ہے اور مسلمانوں کو اس میدان میں مکمل آزادی بخش دی گئی ہے کہ جو جی چاہے کرو۔ تاریخ کے اس نازک ترین دور میں مخصوص عناصر نے ذرائع ابلاغ اور نشریات کو بروئے کار لا کر مسلمانوں میں فحاشی بے حیائی و بے حجابی کے زہریلے عنصر چھوڑے ہیں عورت کو چراغ خانہ سے شمع محفل بنا کر چھوڑا ہے تاکہ مسلم معاشرہ جذبۂ جہاد و حریت، ایثار و مروت رواداری و مساوات، عدل و انصاف عزت و عصمت اور امن و سکون سے عاری ہو جائے کاش بنات اُسوۂ ازواج و بنات رسول اور اُسوۂ صحابیات کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں اور اسی مشعل کی روشنی میں اپنی منزل کی طرف گامزن ہوں خدا و رسول کے احکام کو دل و جان سے قبول کریں اور اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں کہ عہد موجود میں انسان کے ہر غم اور دکھ کا علاج اور ہر مشکل کا حل آپؐ کا لایا ہوا دین متین ہے اور آپؐ کی چھوڑی ہوئی سنت ہے۔

؎ اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے ہے تو
تیرے لئے ہے میرا شعلہ نوا قندیل

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پی۔ ایچ۔ ڈی)
سابق استاذِ قانون جامعہ عثمانیہ (دکن)

قسط اوّل

اِمام اَبُو حَنیفہؒ کی تدوینِ قانونِ اِسلامی

مختلف ملکوں کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ہر جگہ ابتداً قبائلی رسم و رواج کا دور دورہ تھا، اور کسی معاملے میں روایتی نظیر رہبری کے لیے موجود نہ ہوتی تو کسی معتمد علیہ اور فرزانہ پنچ سے رجوع کیا جاتا اور اس کا فیصلہ قانون کی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ ہوتا تھا۔ کسی بستی کے بس جانے اور شہری مملکت کے قائم ہو جانے پر قبائلی وحدتوں کا رواج جلد ہی سربرآوردہ قبیلے کے رواج میں ضم ہو جاتا ہے۔ اور اکثر ملکوں میں رسم و رواج کسی بڑے ہیرو کی افسری کے زمانے میں تحریری صورت اختیار کر لیتے ہیں، اپنے کو حقیر سمجھنے کا جذبہ اور مرعوبیت بعد والوں کے لیے اس تحریری قانون میں جمود پیدا کر دیتے ہیں، اور جب تک کوئی انقلاب انگیز بیرونی اثرات یا خود اس تحریری قانون میں ترقی کر سکنے کے لیے اندرونی لچک نہ رہی ہو تو جلدی ہی وہ قانون ازکار رفتہ ہو کر طبعی موت مر جاتا ہے۔

ایک دوسرا رجحان اکثر ممالک میں یہ رہا ہے کہ ابتداً جملہ شعبہ ہائے حیات چاہے وہ عبادات ہوں یا معاملات یا جرائم و جنایات، مذہبیت کی ہمہ گیر گرفت میں جکڑے رہتے ہیں، اور قانون دانی و عدل گستری پجاری کا اجارہ ہوتا ہے، مگر رفتہ رفتہ عبادات اپنے تقدس کے باعث غیر تبدّل پذیر ہو جاتی ہے، اور سیاست اپنے نت نئے مسائل کے باعث روز افزوں صواب دید پر منحصر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسی لیے مذہب اور سیاست میں دوری ہو جاتی ہے، سب جانتے ہیں کہ اسلامی قانون کا آغاز شہر مکہ سے ہوا، متعدد کارروائی راستوں کا اہم جنکشن ہونے کی وجہ سے یہاں کی آبادی میں یک نسلی باقی نہ رہی تھی۔ اسماعیلی خاندان عراق یا فلسطین سے آئے تھے جزاعہ یمن کے تھے، مکّے والوں کے رشتہ داری اور کاروباری تعلقات شہر مدینہ اور شہر طائف سے بھی کافی تھے۔ قصیٓ کا تعلق شمالی عرب کے قبیلۂ قُضاعہ سے تھا، قصیٓ کی کوشش اور قابلیت سے قریشی قبائل نے شہر مکہ میں سربرآوردہ حیثیت حاصل کی۔ اور قصیٓ ہی کی سرداری میں ایک زیادہ منضبط شہری مملکت قائم ہوئی جس میں مختلف مذہبی سماجی

اور انتظامی عہدے موروثی طور پر مختلف خاندانوں میں پائے جاتے تھے[1] جہاں تک قانون کا تعلق ہے۔ حجاز میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم رہنے کے باعث۔ اسلام سے پہلے کسی تحریری مجموعے کا پتہ نہیں چلتا۔ لیکن قانونِ معاہدہ اور قانونِ جرائم وغیرہ کے بہت سے رواجی احکام روایات نے محفوظ رکھے تھے، حتیٰ کہ اجنبیوں کے حقوق سے تحفظ تحفظ اور تصادم قوانین کے نفاذ کے لیے حلف الفضول کے نام سے ایک رضاکارانہ نظام بطور تہدید و تدارک وجود میں آگیا تھا شہر مکہ میں اسی قُصّی کی اولاد میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبر اسلام کی حیثیت حاصل فرمائی۔ مکہ "وادیِ غیر ذی ذرع" ہے، اس لیے یہاں سے لوگ عام طور پر تجارت پیشہ ہی تھے، تجارت اور کارروائی کاروبار کے سلسلے میں پیغمبرِ اسلام نے بھی عرب میں یمن اور عمّان کا کافی طویل سفر کیا تھا، اور عرب کے باہر کم از کم فلسطین جانے کا دو بار پتہ چلتا ہے ایک مرتبہ آٹھ نو سالہ نوعمری میں فلسطین کے اپنے سرپرست چچا کے ساتھ اور ایک مرتبہ بطور خود پچیس سال کی عمر میں لکھنے پڑھنے سے ناواقف اُمّی ہونے اور یونانی، لاطینی اور سریانی زبانوں کے نہ جاننے کے باعث سوائے قانون و رواجِ تجارت کو تیز نظری سے دیکھنے کے اس کی کم توقع کی جا سکتی ہے کہ فلسطین میں اس زمانے میں کسی اور چیز سے آپؐ نے دلچسپی لی ہو۔

بہر حال چالیس سال کی عمر میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شہر کے ایک جونیر گھرانے سے جونیر رکن تھے، اپنے متعلق خدا کے پیغام رساں ہونے کا اعلان فرمایا، اور قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔

آپ جہاں دیدہ تھے، کئی بار شام کئی بار یمن (حباشہ) اور کم از کم ایک بار علاقہ قبیلہ عبدالقیس یعنی بحرین و عمان کا سفر فرما چکے تھے، جیسا کہ مسند ابن حنبل (۴/۲۰۶) میں مذکور ہے، بحری سفر فرما کر ایک مرتبہ حبشہ جانا بھی مکتوب نبویؐ بنام نجاشی کے متعارفانہ انداز و غیرہ سے مستنبط کرتا ہے، اگرچہ کوئی صریح تائید میں حوالہ نہیں ملتا۔ اس تجربے کا اثر روحی پر تو نہیں لیکن) جناب رسالت مآبؐ کی صوابدید میں قانون سازی پر پڑ سکتا ہے،

خدا کا جو پیغام آپؐ کو وحی کے ذریعے سے وصول ہوتا تھا۔ اسے آپ فوراً ایک ترتیب سے لکھوا دیتے اس کے مجموعے نے کتاب اللہ اور قرآن کا نام حاصل کیا۔ چونکہ پیغمبرِ اسلام نے قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اس لیے قوم کے ہر شعبۂ حیات کے لیے اس میں رہنمائی کی گئی، اور صرف ایک دنیاوی امور کے قانون ہی پر قرآن منحصر نہیں ہو گیا۔ قرآنی پیغام کی تشریح و توضیح اور اصلاح قوم کے سلسلے میں ملک کے بہت سے اچھے اور معقول قدیم رواجات

---

[1] تفصیل میں نے ایک الگ مضمون "شہری مملکت مکہ" میں دی ہے جو اسلامک کلچر میں ۱۹۳۸ء میں اور معارف اعظم گڑھ میں ۱۹۴۲ء میں چھپا ہے دیکھئے شمارہ نمبر ۱، ۲

کو آپ نے اپنے متبعین میں جوں برقرار رہنے دیا یہ بھی قانونِ اسلام کا بہت بڑا ماخذ ہے خاص کر اس لیے بھی کہ خود قرآن نے متعدد جگہ اس کا صراحت سے حکم دیا ہے کہ پیغمبر اسلام کا ہر قول و فعل اور ہر امر و نہی واجب التعمیل اور لائق تقلید ہے، لیکن یہ سنت نبویؐ اس باقاعدہ اور مکمل طور سے تحریراً مرتب نہ ہو سکی جو قرآن کے متعلق ملحوظ رکھا گیا، یہ ظاہر ہے کہ سنتِ نبوی میں بھی صرف قانونی احکام نہیں ہیں بلکہ دیگر قسم کے امور بھی ملیں گے۔ قانونی احکام کچھ تو قرآنی اجمال کی تفصیل و تکمیل پر حاوی تھے تو کچھ نئے اور زاید احکام تھے جو قرآن کے سکر د کے وقت دیئے گئے تھے، اور کچھ ملکی اچھے رسم و رواج کے مختلف اخذ کو برقرار رکھنے پر مشتمل تھے، پیش ہونے والے مقدمات کے فیصلے روزمرہ نظم و نسق کا تذکرہ، حکام اور افسروں کو ہدایتیں، خصوصی خطبات و اعلانات، غرض بیسیوں قسم کی چیزیں سنت میں ملتی ہیں، دنیا کا کوئی قانون مباح امور کی فہرست مکمل نہیں کر سکتا، اچھا اور معقول نظامِ قانون اپنے چند خصوصیات کو واجب اور ضروری قرار دے کر اور ممنوعات کی فہرست کو مکمل کر کے باقی تمام چیزوں کو روا[1] قرار دے دیتا ہے، اور جن چیزوں میں بیک وقت متعدد حقوق قائم ہوتے ہیں، اُن کا تناسب بیان کر دیتا ہے۔

"اُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ" وغیرہ قرآنی آیتوں سے قانونِ اسلام میں بھی یہی اصول ملحوظ رہا ہونا ہویدا ہوتا ہے "إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ" "لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" وغیرہ سے قانون میں لچک اور حالات کا ساتھ دینے کی قابلیت واجبات و ممنوعات کے متعلق بھی پیدا کر دی گئیں۔

لیکن بڑا اہم سوال آئندہ کی ترقی کا ہے کہ مستقبل میں پیدا ہونے والے نامعلوم اور ان گنت نئے مسائل سے دو چار ہونے پر کیا کیا جائے؟ اس بارے میں امام ترمذیؒ وغیرہ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث متعدد ماخذوں سے روایت کی ہے کہ جب آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو سرکاری افسر بنا کر روانہ کیا تو رخصتی باریابی میں حسب ذیل گفتگو فرمائی:

"اگر کوئی مقدمہ پیش ہو تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟

جیسا کہ کتاب اللہ میں حکم ہے،

اگر کتاب اللہ میں صراحت نہ ہو تو؟

---

[1] "روا یا مباح" کے معنے یہ نہیں کہ اُسے ضرور کیا جائے بلکہ وہ ہر شخص کی صوابدید اُس کے ذوقِ سلیم، اُس کی ضرورت اور اس کے خصوصی حالات پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور نہ صرف دو آدمیوں سے بلکہ ایک ہی آدمی کے دو مختلف اوقات کے طرزِ عمل میں اُن کے متعلق اختلاف ہو سکتا ہے۔

پھر رسول اللہ کی سنت کے مطابق ؟

اگر سنتِ رسولؐ بھی نہ ملے تو ؟

تو پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

تعریف اس خدا کو سزاوار ہے جس نے اپنے رسولؐ کے فرستادے کو اس چیز کی توفیق دی جسے اس کا رسولؐ پسند کرتا ہے۔[۱]

یہ مکالمہ نہ تو کوئی کاغذی نظریہ بنا رہا اور نہ ہی کوئی انفرادی واقعہ تھا۔ اہم معاملات میں استصواب، نگرانی، اور تصحیح کی ناگزیر ضرورتوں کے ساتھ وسیع صوابدید کا حق خود جناب رسالت مآب کی طرف سے افسرانِ قانون کے لیے تسلیم کر لیا جانا، اور ایک دوسرے موقع پر **انتم اعلم بامور دنیاءکم** (تم لوگ اپنے دنیاوی امور کو زیادہ بہتر جانتے ہو) ارشاد فرما کر اپنے خالص جمالیاتی حکم کو منسوخ کر دینا ایک انقلابی لیکن فیصلہ کن نظیر تھی جس سے باعث اسلامی قانون کے مستقبل نے اپنے متعلق مکمل اطمینان حاصل کر لیا۔

عہدِ نبویؐ مسلمانوں کا دورِ قانون سازی تھا۔ اس کے بعد تعبیر و توسیع کا سلسلہ تو جاری رہا۔ لیکن خالص قانونی احکام کا مجموعہ تیار کرنے کی کوئی سرکاری کوشش نہ ہوئی، اگرچہ خلفاء کی سرپرستی بلکہ خود اُن کی خواہش پر بعض خانگی مجموعے تیار ہوئے جس کی ایک مثال خود امام مالکؒ کی مؤطا کا خلیفہ منصور کی خواہش[۱] پر مرتب کرنا ہے۔ (دیکھئے زرقانی

---

[۱] ابو حنیفہؒ کی فضیلت کا معترف ہونے کے باوجود منصور (حکومت ۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) کا ان کی جگہ امام مالک سے تدوینِ فقہ کی خواہش کرنا کچھ تو امام ابو حنیفہؒ کی پیرانہ سالی کے باعث ہوگا۔ اور اس سے زیادہ ان کی سیاسی بے باکی و آزاد خیالی کے باعث عہد بنی امیہ میں وہ علانیہ انقلاب پسندانہ ہمدردیاں رکھتے تھے چنانچہ جب امام زید بن علی نے ایک سیاسی انقلاب کے لیے جدوجہد کی تو انہوں نے بہت بڑی رقم چندے میں دی تھی۔ بنی عباس برسرِ اقتدار آئے تو چندے صبر کیا، پھر منصور کے خلاف ۱۴۵ھ میں بغاوت ہوئی تو انہوں نے علانیہ منصور کی برائی کی تھی، شاید امام مالکؒ نے بھی ابتداءً منصور کی بیعت کے جبری اور بے اثر ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ (سیرۃ النعمان، شبلی ص ۵۹ تا ۶۱) لیکن حمیری نے (ورق ۸۴ تا ۹۴) ایک اہم واقعہ لکھا ہے کہ منصور نے ابن ابی ذئب العامری اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک تینوں کو بلا کر یہ سوال کیا تھا کہ اُن کی رائے میں وہ خلافت کا اہل ہے یا نہیں، ابن ابی ذئب اور ابو حنیفہؒ نے تو صاف صاف منصور کے کردار کی خامیاں برملا اس پر ظاہر کر دیں۔ لیکن امام مالکؒ نے یہ دلچسپ انداز اختیار کیا۔

کی شرح مؤطا کا مقدمہ) لیکن اُن کو کبھی سرکاری طور سے قانون ملک کے طور پر نافذ کر کے عدالتی و انتظامی افسرانِ مملکت کو انہیں کا پابند کر دینے کی صورت پیش نہ آئی۔ ایسے مجموعے صرف ایک درسی کتاب کی حیثیت حاصل کر سکے جن سے حسب ضرورت حکام عدالت وغیرہ بھی مدد لیتے تھے بہرحال ان خانگی کوششوں نے وہی مقصد حاصل کر لیا جو سرکاری اہتمام سے ممکن ہوتا اور کوشش کے خانگی ہونے نے آئندہ بھی خانگی علماء کی ہمتیں بلند رکھیں، جو تدوین کے سرکاری ہونے کی صورت میں اتنے درخشاں نتائج پیش نہ کر سکتیں۔ میرے ایک فاضل بزرگ اس کی دوسرے الفاظ میں یوں تعبیر و تشریح کرتے ہیں کہ اسلام میں عہد نبوی کے بعد نہ صرف عدلیہ کو تنفیذیہ سے آزاد رکھا گیا۔ بلکہ تشریعیہ کو بھی، اس سے بڑھ کر یہ کہ تشریعیہ کو بڑی حد تک خالص غیر سرکاری بنا دیا گیا۔

ہمارا موضوعِ سخن آج اسلامی قانون کی ایک ابتدائی/خانگی تدوین ہے۔ جو دوسری صدی کے تقریباً آغاز سے وسط تک جاری رہی، یعنی امام ابو حنیفہؒ کی کوشش جو ۸۰ھ میں پیدا اور ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔

جیسا کہ معلوم ہوا تدوینِ فقہ کا یہ عظیم الشان علمی کام کوفے میں انجام پایا۔ کوفے کو حضرت عمرؓ اسلام کی پشت پناہ، وغیرہ بہت زیادہ تعریف آمیز الفاظ سے یاد کرتے تھے، اور یہ بے وجہ نہ تھا۔

کوفے کی آبادی قدیم شہر حیرہ کے قریب بسائی گئی۔ سدِ مآرب کے ٹوٹنے کے سلسلے میں جب بہت سے

لو لم یرك الله اهلاً لذلك	اگر خدا تجھے اہل نہ سمجھتا تو وہ تجھے اُمت کے معاملات کا
ما قدر لك ملك امر الامة	مالک بنانا طے نہ کرتا اور نہ اُمت سے ان لوگوں (کی حکومت)
وازال عنهم من بعد من نبيتهم	کو دور کرتا جو ان کے نبی سے (قرابت میں تجھ سے) زیادہ دور ہیں

اس ذومعنی فلسفیانہ جواب سے منصور کا اطمینان ہوگیا۔ اس نے امام مالک کو انعام بھی دیا اور غالباً اسی عمدہ تاثر کے باعث جب اسے بغاوتوں سے فراغت حاصل ہوئی اور ایک مجموعہ قانون ملک کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے امام مالکؒ سے رجوع کیا، یہ بھی ممکن ہے کہ تدوین کی خواہش تک ابو حنیفہؒ کی وفات ہی ہو چکی اور ابو حنیفہ کے مُدوّنہ قانون کو سیاسی وجوہ سے سرکاری قانون بنانا مناسب نہ معلوم ہوا۔ بہرحال منصور کی خواہش تھی کہ جملہ قاضیوں کو مؤطا۔ امام مالک کے مکمل ہونے پر اس کا پابند کر دے۔ قدرت نے ابو یوسفؒ کو ہارون رشید کا قاضی القضاۃ بنا دیا تو چاہے "مذہب السلطان" ہونے کے باعث ہی سہی (جیسا کہ یاقوت جلد ۶ ص ۱۲ میں اس کا عرف بتایا گیا ہے) بہرحال مشرقی دنیائے اسلام میں حنفی فقہ سرکاری قانون بن گئی۔

یمنی قبیلے شمالی عرب میں ترکِ وطن کر کے آبسے۔ تو حیرہ بھی یمنی قبائل کا مرکز بنا۔ اور خاندانِ مناذرہ نے یہاں جو عرب حکومت قائم کی وہ ایرانی سرپرستی میں ایک خود مختار مملکت تھی۔ جس کا پایۂ تخت علم و فن کے چرچوں سے صدیوں تک گونجتا رہا۔ اور وہ ایران و عرب کا علم اور اخلاق دونوں حیثیت سے سنگم بنا رہا۔ منذر دں کا خاندان آغازِ اسلام تک بھی برا جتا رہا۔ لیکن پھر اس علاقے کا الحاق ایران سے ہو کر حیرہ کی حیثیت ایک صوبہ دار شہر کی ہو گئی اتنے میں فتوحاتِ اسلام کے اولین سیلاب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں سپہسالار خالد بن الولیدؓ نے اس کی ایرانیوں سے گلو خلاصی کرائی۔

حضرت عمرؓ نے جب مملکت اسلامیہ میں جابجا چھاؤنیاں تعمیر کرائیں تو حیرہ کے بالکل قریب ایک خالص عربی شہر بسایا، جس کا نام کوفہ رکھا گیا۔ شہر کا نقشہ اور دیگر ابتدائی حالات کی تفصیل پروفیسر ماسینیون نے ایک مستقل مقالے میں دی ہے (تاریخ طبری سنہ ۱۴ھ میں بھی یہ تذکرہ پندرہ بیس صفحوں میں ہے) یہاں ہمیں صرف یہ معلوم کرنا باعث دلچسپی ہوگا کہ اس چھاؤنی میں حضرت عمرؓ نے کوئی بارہ ہزار یمنیوں کو اور کوئی ہزار دیگر قبائل کو بسایا۔ ان میں ایک ہزار پچاس صحابی تھے۔ جن میں چوبیس بدری بھی تھے (سیرۃ النعمان شبلی ص۲۴ بحوالہ بلاذری و معجم البلدان یاقوت)

حیرہ میں پہلے بھی یمنی ہی تھے، اور اب کوفے میں تازہ ہزاروں یمنی آبسے تھے، یمن وہ مقام ہے جس کا تمدن عرب میں بڑا قدیم ہے، سبا اور بلقیس کے متمدن زمانے کے قصّے قرآن نے بھی ذکر کئے ہیں۔ اُن کے ملک میں جتنے کتبے دستیاب ہوئے ہیں عرب میں کہیں اور نہیں، اس یمن پر عرصے تک یہودیوں کی حکومت اور تورات کی کارفرمائی رہی۔ اس کے بعد حبش کے عیسائی آئے اور اٹلی کے پادری گرسے جینٹوس نے اسکندریہ کے بطریرک کے حکم سے یہاں عیسائی، قوانین نافذ کئے، جن کا مجموعہ مخطوطے کی صورت میں ویانا میں اب تک محفوظ ہے،[۱] عیسائی بستیوں کا دور ایرانی حملے کے ذریعے سے ختم ہوا۔ اور اس کے بعد ایرانیوں نے اسلام کے لیے جگہ خالی کی۔ اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ یمن تہذیب و ثقافت کے نقطۂ نظر سے کتنے کیثر دریاؤں کا سنگم بنا اور کتنے دلچسپ روایات وہاں کے تمدن میں سرایت کر گئے۔

---

[۱] دیورژے (DESVAGER) کی فرانسیسی کتاب "عرب" (ARABIS) ص ۷۱ حاشیہ ان یہودیوں کو اس کا پابند کیا گیا کہ اپنی لڑکیاں کسی یہودی کو بیاہ نہ دیں بلکہ صرف عیسائی کو دیں۔ ایضاً بحوالہ فرانسیسی تاریخ SAINT MARTIN مؤلفہ HIST DE BAS EMPIRE

انہیں یمنیوں سے کوفہ آباد ہوا لیکن یہی نہیں، صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، جہاں تک قانون کا تعلق ہے رسولِ خدا نے اپنی زندگی میں ان کو مدینہ منورہ میں مفتی مقرر فرمایا تھا، کہ جس کسی کو کسی مسئلے کے متعلق قانونِ اسلام دریافت کرنا ہو عام طور سے انہیں سے رجوع کر لے، اور یہ وہ واحد شخص ہیں جو خود رسول اللہ کی موجودگی میں فتوے دیتے تھے[۱] حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر سے دس پندرہ سال چھوٹے تھے اس طرح حضرت ابوبکرؓ کے شاگرد کہے جا سکتے ہیں، ان دونوں میں اتنی گہری دوستی تھی کہ اکثر یک جا ساتھ رہتے، کوئی کام کرنا ہوتا تو مل کر کرتے[۲]

عہدِ رسالت کے بعد خلافتِ صدیقی میں دونوں کا اشتراکِ عمل اور باہمی مشورہ اور بھی زیادہ ہو گیا، شاید اسی ہم مزاجی کو دیکھ کر ہجرت سے بھی پہلے جب مکے میں مواخاۃ اولیٰ قائم کی گئی۔ تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہی میں بھائی چارہ قائم کیا گیا تھا[۳] اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ علوم صدیقی نے علوم فاروقی کے ساتھ امتزاج حاصل کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابتداءً انہیں بزرگوں سے تعلیم پائی،

۱؎ کتاب التراتیب الاداریہ المسمی نظام الحکومت النبویۃ لکتانی ج ۱، ص ۵۷،

۲؎ مغازی الواقدی (مخطوطہ برٹش میوزیم) ورق (۱۰۳) سیرۃ شامیہ غزوہ خندق۔

۳؎ کتاب المحبر لابن حبیب باب المواخاۃ (مخطوطہ برٹش میوزیم)

چرمِ قربانی

عالمی مجلسِ احرارِ اسلام گزشتہ ۶۰ برس سے فتنۂ مرزائیت کے خلاف ہر سطح پر جہاد میں مصروف ہے اس سلسلہ میں جماعت کا مستقل شعبہ "تحریک تحفظِ ختمِ نبوت" اندرون و بیرون ملک سرگرمِ عمل ہے۔ برطانیہ میں "یو کے ختمِ نبوت مشن" کا قیام اور یو کے میں مسلمانوں کی سب سے پہلی جامع مسجد کا قیام اور ملک بھر میں دینی مدارس کا قیام جماعت کی تاریخ کا زریں باب ہے۔

آئیے! ہمارے قدم سے قدم ملائیے اور اس جہاد میں شریک ہو کر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کیجیے۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر چرمِ قربانی یا اس کی قیمت تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کو دیجیے۔

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ڈاکٹر وحید عشرت

قِصّہ ایک خط کا .... قسط [۱]

یہ مضمون اقبال اکادمی پاکستان کے مجلہ "اقبالیات" لاہور کے جولائی ۸۷ء کے شمارہ سے لیا گیا ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قادیانیت کے خلاف عوامی سطح پر سب سے پہلی اور مؤثر آواز مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے اٹھی اور اکابر احرار کی مساعی کے نتیجہ میں ہی علامہ اقبالؒ نے آنجہانی مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کی قائم کردہ "کشمیر کمیٹی" سے استعفیٰ دیا۔ اس طمانچے کی کسک قادیانی ذریۃ البغایا اب تک محسوس کرتے چلے آ رہے ہیں اس کا حالیہ ثبوت علامہ مرحوم کے قادیانی بھتیجے شیخ اعجاز احمد کی کتاب "مظلوم اقبالؒ" ہے جس میں علامہ مرحوم پر افتراء باندھا گیا ہے کہ وہ "قادیانیوں کو غیر مسلم تصور نہیں کرتے تھے"۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

علامہؒ کا وہ خط جسے شیخ اعجاز نے کانٹ چھانٹ کر اپنے قادیانی مذہب کو چھپانے کے لئے اپنی کتاب میں شامل کیا تھا۔ جناب ڈاکٹر وحید عشرت نے اُس کا عکس شائع کر کے شیخ اعجاز کی بددیانتی واضح کر دی ہے، جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں (نعوذ باللہ) تحریف سے باز نہیں آئے۔ اُن سے کسی بھی معاملے میں دیانت کی توقع عبث ہے۔ اقبال آج بھی اپنے مرزائی بھتیجے سے کہہ رہے ہیں۔ ؎

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں!

۔ محمد عمر فاروق ۔

مجلہ اقبالیات جولائی ۱۹۸۶ء میں علامہ اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد کی کتاب 'مظلوم اقبال' پر تبصرہ شائع کیا گیا تھا جس میں ان حالات و واقعات کا ذکر کیا گیا تھا جن کے نتیجے میں علامہ اقبال اس نتیجے پر پہنچے کہ قادیانی چونکہ خود اپنے سوا جمہور مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں اور وہ انگریز اور ہندو کے ساتھ مل کر ایسی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں جن سے مسلمانوں کا اجتماعی تشخص اور مفاد خطرے میں ہے، لہذا ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر مسلمانوں کو اس فتنے سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ شیخ اعجاز نے کتاب میں عجیب منطق استعمال کی تھی ان کے بیان کے مطابق علامہ اقبال تھے تو نابغہ اور عبقری مگر انہوں نے احراریوں کے کہنے پر ۱۹۳۵ء میں قادیانیت کے خلاف اپنا لب ولہجہ' بہلاوے میں آکر' سخت کر لیا تھا نیز ان کے بیشتر عزیز و اقارب بھی قادیانی تھے اور خود اقبال بھی قادیانیت کے لئے ایک عرصے تک نرم گوشہ رکھتے تھے اور وہ چند شدید اختلافات کے باوجود بھی قادیانیوں کو کافر نہیں سمجھتے تھے۔

ہم نے اپنے تبصرے میں شیخ اعجاز کی اس صریح غلط بیانی اور اقبال پر بہتان کا پردہ چاک کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ علامہ اقبال ۱۹۰۲ء سے لے کر ۱۹۱۴ء اور ۱۹۳۵ء تک قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتے چلے آرہے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں دستور جدید کے تحت چونکہ عام انتخابات ہونے والے تھے چنانچہ ڈر تھا کہ مسلمانوں کے بھیس میں قادیانی اسمبلیوں میں پہنچ کر مسلمانوں کے علیحدہ آزاد وطن کی تحریک کو سبوتاژ نہ کر دیں لہذا انہوں نے کھل کر سیاسی بنیادوں پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا۔ ہم نے یہ بھی بتایا کہ علامہ اقبال کے اعزہ میں شیخ اعجاز ہی چودھری ظفر اللہ کی طرف سے دیے گئے سب جج کے لالچ کے تحت قادیانی ہوئے تھے۔ خود علامہ اقبال انہیں صالح تصور کرتے تھے مگر ان کے قادیانی عقائد کی وجہ سے انہیں ناپسند کرنے لگے تھے۔ حتیٰ کہ اقبال نے انہیں اپنے بچوں کی گارڈین شپ سے بھی فارغ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اور ان کی جگہ سر راس مسعود کو لانا چاہا اور سر راس مسعود کے نام خط میں شیخ اعجاز کے عقائد کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ہمارے اس بیان پر پہلا تبصرہ تو خود شیخ اعجاز احمد نے کیا کہ آپ کے موقر مجلہ میں مظلوم اقبال

کا ذکر بد ہی سہی کیا تو گیا جب کہ متعدد دوسرے اصحاب نے ہم سے شیخ اعجاز صاحب کے بارے میں علامہ اقبال کے سر راس مسعود کے نام خط کا حوالہ طلب کیا۔ ہم نے اس سلسلے میں اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ دیکھا تو ہم پر یہ عقدہ کھلا کہ اقبال نامہ کے ایک ہی ایڈیشن کے دو نسخوں کے درمیان اس قدر تفاوت ہے کہ اس خط میں دانستہ تحریف کا یقین نہ کرنا حماقت ہے۔ خود ہم نے زندہ رود جلد سوم سے یہ حوالہ لیا تھا اور زندہ رود کے فاضل مصنف جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال نے ڈاکٹر اخلاق اثر کے 'مرتبہ' اقبال نامے' کا حوالہ دیا تھا۔ ہم نے اس سلسلے میں بھوپال میں ڈاکٹر اخلاق اثر سے مراسلت کی انہوں نے فرمایا کہ علامہ کا یہ خط جس کا عکس ان کی کتاب ' اقبال اور ممنون حسن خان' میں بھی موجود ہے' اقبال نامے میں اصل خط کی عبارت کا بھی ایک حصہ چھوٹ گیا تھا جو اقبال نامے کے اس نسخے میں جو انہوں نے مجھے بھجوایا ہے انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ اس خط میں تحریفات کے چیستان سے ایک بات پوری طرح عیاں ہے کہ ان تحریفات کے پیچھے کوئی طاقت در ہاتھ کام کرتا رہا ہے اور اس کا مقصد علامہ اقبال کی شیخ اعجاز اور ان کے مذہب کے بارے میں رائے کو چھپانا ہے۔ ہم اس مختصر سے مضمون میں اس خط کے حوالے سے چند معروضات پیش کرتے ہیں۔

اس خط کے بارے میں 'مظلوم اقبال' کے صفحہ ۲۲۲ سے ۲۳۹ تک شیخ اعجاز احمد کے مباحث بھی دیکھنے کے لائق ہیں۔ ان کے بقول یہ خط انہیں ۷۵ سال بعد یعنی ۱۹۷۲ء میں سر راس مسعود کے نام خطوط میں پڑھنے کو ملا جو علامہ نے ۱۰ر جون ۱۹۳۷ء کو سر راس مسعود کو لکھا تھا۔ شیخ اعجاز کے بقول :

> "یہ خط اور سید صاحب موصوف کے نام کئی اور خطوط صہبا لکھنوی مدیر "افکار" کراچی کی مرتبہ کتاب "اقبال اور بھوپال" میں شائع ہوئے جسے اقبال اکادمی نے ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ ۱۰ر جون والے اس خط کا ذکر بالتفصیل سے کرنا ضروری ہے، شاید قارئین کی دل چسپی کا باعث ہو۔ چچا جان کے بہت سے مکتوبات اول اول شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے ۴۵ء میں "اقبال نامہ" اول کے نام سے شائع کئے تھے۔ انہیں شیخ عطاء اللہ پروفیسر علی گڑھ کالج نے مرتب کیا تھا' اقبال نامہ'

(حصّہ اول) میں چچا جان کے کئی خطوط سید راس مسعود کے نام شامل ہیں جن میں ۱۰ جون ۳۷ء والا خط بھی ہے۔ اقبال نامہ ۴۵ء کا ایک نسخہ میرے پاس ہے لیکن اس میں ۱۰ جون ۳۷ء والے خط میں میرے متعلق ان کا بھتیجا اور نہایت صالح آدمی ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ میں نے صہبا صاحب سے دریافت کیا کہ ۱۰ جون ۳۷ء والا خط انہوں نے کہاں سے نقل کیا ہے۔ ان سے یہ معلوم ہو کر تعجب ہوا کہ وہ خط اور سید راس مسعود کے نام دوسرے خطوط جو 'اقبال اور بھوپال' میں شائع کئے گئے ہیں سب کے سب شیخ محمد اشرف کے اقبال نامہ حصّہ اول سے نقل کئے گئے ہیں اپنے بیان کی تائید میں انہوں نے 'اقبال نامہ' کا وہ نسخہ مجھے دکھایا جس سے یہ سب خطوط نقل کئے گئے۔ جب اس نسخہ میں مندرج خطوط بنام سر راس مسعود کا مقابلہ ان خطوط سے کیا گیا جو میرے پاس والے نسخہ میں شامل ہیں تو مزید تعجب ہوا کیوں کہ دونوں نسخے اگرچہ ۴۵ء والے پہلے ایڈیشن کے ہیں (دوسرا ایڈیشن شائع ہونے کی نوبت نہیں آئی) لیکن ان میں حسب ذیل تین اختلاف ہیں۔

۱۔ خط محررہ ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کا کچھ حصہ میرے پاس والے نسخے میں حذف شدہ ہے

۲۔ خط محررہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۵ء میرے پاس والے نسخے میں سرے سے موجود ہی نہیں۔

۳۔ خط محررہ ۱۰ جون ۱۹۳۷ء کا کچھ حصہ جس میں میرے متعلق متذکرۂ بالا کلمۂ خیر لکھا گیا ہے۔ میرے پاس والے نسخہ میں حذف شدہ ہے۔"[۲]

جاری ہے۔

★★★★★★

اظہار تعزیت

مجلس احرار اسلام بہاول نگر کے رہنما مولانا حافظ انیس الرحمٰن کے فرزند ارجمند محمد معاویہ انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجلس احرار اسلام کے تمام اراکین و معاونین ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور معصوم بیٹے کا غم ذریعۂ آخرت بنائے۔ آمین!

چمن چمن اُجالا

کاروانِ احرار — منزل بہ منزل

مکتوب برطانیہ

ایم اکرم راہی

• گلاسگو میں مرزائیوں کی عید ملن پارٹی
• مسلمانوں نے مکمل بائیکاٹ کیا
• احرار کارکن سرگرم عمل ہیں

ایک عرصہ سے مرزائی مختلف بہانوں سے مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں میں اپنے لیے نرم گوشہ پیدا کریں۔ لیکن الحمد للہ عالمی مجلس احرارِ اسلام اور یو کے ختم نبوت مشن کے مخلص اراکین و معاونین کے ہاتھوں وہ دو مرتبہ شکست کھا چکے ہیں۔ کیمبرج یونیورسٹی لندن اور گلاسگو میں احرار کارکنوں نے مرزائیوں کے اجتماعات ناکام بنا کر اُن کے پاکستان اور اسلام دشمن عزائم خاک میں ملا دیئے۔

۲ جون کو مرزائیوں نے گلاسگو کے ''مرزا داڑہ'' یعنی اپنے ''اولڈ گولڈ ٹمپل'' میں عید ملن پارٹی کا اہتمام کیا۔ اس میں کثیر تعداد میں مسلمانوں کو مدعو کیا گیا۔ لیکن احرار کارکنوں کی محنت سے ایک بھی مسلمان اس تقریب میں شریک نہ ہوا۔ یہ منظر دیکھنے کے قابل تھا۔ مرزائیوں کے رنگ اُڑے ہوئے تھے اور ناکامی ذلت، و رسوائی اُن کے چہروں سے عیاں تھی۔ مرزائیوں نے اپنے ٹمپل کا نام سہنری انگریزی حروف میں ''مسلم احمدیہ مشن'' لکھا مگر ہر مسلمان پر یہ دھوکہ واضح ہو چکا ہے۔ ارگائل سٹریٹ، کیلون ہال اور سٹی سنٹر کے مسلمان مرزائیوں کے اسی فریب کے خوب تانے ادھیڑ رہے ہیں۔

یو کے ختم نبوت مشن کے کارکنان عالمی مجلس احرارِ اسلام کی سرپرستی میں مرزائیت کے خلاف بھرپور جد و جہد میں مصروف ہیں۔ برطانیہ کے علماء کرام اور دیگر حضرات مکمل تعاون کر رہے ہیں۔

سیالکوٹ

محمد ادریس عمر

• نفاذِ اسلام کے لیے باکردار انقلابی جماعت کی ضرورت ہے۔

• بے عمل انتظامیہ کے ذریعہ شریعت آرڈیننس کا نفاذ مضحکہ خیز ہے۔

سیالکوٹ میں دفترِ احرار کی افتتاحی تقریب سے سید عطاء المحسن بخاری کا خطاب

گزشتہ دنوں مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید عطاء المحسن بخاری سیالکوٹ کے تنظیمی دورہ پر تشریف لائے تو کارکنانِ احرار نے مقامی جماعت کے صدر چوہدری علی محمد صاحب کی قیادت میں ان کا شاندار استقبال کیا۔ ۲۷ مئی کو مجلس احرارِ اسلام کے نئے دفتر کی افتتاحی تقریب اور درس قرآنِ کریم کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر مرکزی ناظم اعلیٰ نے کارکنانِ احرار سے خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ نفاذِ اسلام کے لیے باکردار انقلابی جماعت کی ضرورت ہے۔ بے عمل انتظامیہ کے ذریعہ شریعت آرڈیننس کا نفاذ مضحکہ خیز ہے انہوں نے فرمایا کہ جن لوگوں کو نفاذِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ کا الزام دے کر حکومت سے علیحدہ کیا گیا وہی چہرے پھر آئینۂ اقتدار پر نمودار ہوئے ہیں۔

مجلس احرارِ اسلام چہرے نہیں نظام کی تبدیلی چاہتی ہے۔ احرار حکومت الٰہیہ کے قیام تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔

اس موقع پر کارکنانِ احرار نے فیصلہ کیا کہ سید عطاء المحسن بخاری ہر ماہ دفتر احرار میں درسِ قرآن کریم ارشاد فرمائیں۔

پروگرام کے مطابق حضرت شاہ جی ۲ جولائی کو دفتر احرار میں درسِ قرآن کریم ارشاد فرمائیں۔

اجلاس میں مفکرِ احرار چوہدری افضل حق مرحوم کی اہلیہ خواجہ احمد دین) بابو عبدالعزیز خواجہ محمد نذیر بٹ بریگیڈیئر نور محمد اور ولی محمد جرنیل کے انتقال پر گہرے غم کا اظہار کیا گیا۔ اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

ربوہ

حبیب اللہ رشیدی

- مرزا طاہر کی دعوتِ مباہلہ، مولانا اللہ یار نے چیلنج قبول کر لیا
- ایوانِ محمود میں مرزائیوں نے خود آگ لگائی
- دیہی تعلیمی اداروں میں مرزائی ٹیچروں اور مراکزِ صحت میں مرزائی ڈاکٹروں کی بہتات
- ربوہ میں مرزائی عبادت گاہ کی تعمیر روک دی گئی۔

گزشتہ دنوں مرزائی پارٹی کے گرو گھنٹال مرزا طاہر نے تمام علماء کو چیلنج کیا کہ وہ اُن کے ساتھ مباہلہ کرلیں اور یہ کہ مرزا حق پر ہے۔ مولانا اللہ یار ارشد نے کہا ہے کہ مرزا طاہر جب اور جہاں چاہے میں اس سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ مولانا نے کہا کہ مرزا طاہر اب فرار کی کوشش کرے گا جو اس کی خاندانی ریت ہے، مولانا نے کہا ہے کہ میں نے مقابلہ کی جگہ اقصیٰ چوک ربوہ مقرر کی ہے اور مرزا طاہر کو بذریعہ تار مطلع کر دیا ہے اس لئے کہ مرزا کے ماننے والوں کے سامنے جھوٹ کا پول کھل جائے گا۔ ۱۵ جولائی ۸۸ء تک مرزا طاہر مجھے جواب دے ورنہ شکست خوردہ سمجھا جائے گا اور اقصیٰ چوک میں جشنِ فتح منایا جائے گا۔

۴ جون کو مرزائیوں کے ہیڈ آفس "ایوانِ محمود" میں اچانک آگ لگ گئی جس سے تمام ریکارڈ جل کر راکھ ہو گیا۔ اخباری اطلاع کے مطابق یہ آگ بجلی کے تاروں سے لگی۔ مولانا اللہ یار نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ آگ کی آڑ میں مرزائیوں نے خفیہ ریکارڈ غائب کیا ہے۔ کیونکہ یہ ریکارڈ حاصل کرنے کے لئے پولیس چھاپہ مارنے والی تھی۔ انہوں نے کہا کہ توجہ طلب بات یہ ہے کہ مرزائی آگ بجھانے کی بجائے نعرہ بازی کرتے رہے۔ آگ اور نعرہ بازی کی ویڈیو فلم تیار کی گئی ہے۔ یہ فلم غیر ممالک میں دکھائی جائے گی کہ مسلمان ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ یہ فلم ضبط کی جائے اور بنانے والے گرفتار کئے جائیں۔

آج کل ربوہ کے دیہی علاقوں کے تعلیمی اداروں میں مرزائی ٹیچرز اور "بنیادی مراکز صحت" میں مرزائی ڈاکٹرز کی بہتات ہے اس گہری سازش پر باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت عمل کیا گیا ہے جس کے تحت

مرزائی مسلمانوں میں مرزائیت کی غیر قانونی تبلیغ میں مصروف ہیں اور عوام میں علماء کے خلاف نفرت کو خوب ہوا دے رہے ہیں۔ چند دن قبل اسی سازش کے تحت" باہیوال علاقہ کانڈیوال کے بنیادی مرکز صحت سے مسلمان ڈاکٹر مہر سیف الرحمٰن کو تبدیل کر کے اُن کی جگہ مرزائی ڈاکٹر عبدالحئی انجم کو تعینات کیا گیا اور اس کی بیوی کو بھی باہیوال سنٹر میں بحیثیت لیڈی ڈاکٹر تعینات کیا گیا جس پر علاقہ کے مسلمانوں میں شدید اشتعال پھیل گیا۔ ایک وفد مولانا اللہ یار ارشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا نے مسلمانوں کو پُرامن رہنے کی تلقین کی اور مظاہرین کے وفد کو یقین دلایا کہ وہ اس سلسلہ میں اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر کے اس سازش کو بے نقاب کریں گے اور مؤثر حل نکالیں گے۔

مولانا اللہ یار ارشد کے رابطہ پر ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز فیصل آباد ڈاکٹر منیر صاحب کے حکم پر مرزائی ڈاکٹر کا تبادلہ کر دیا گیا۔ اور جن سنٹروں میں مرزائی ڈاکٹر تعینات ہیں اُن کی رپورٹ فوراً طلب کی گئی اس مستحسن فیصلہ پر مسلمانوں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ مرزائی ڈاکٹر عبدالحئی نے چارج سنبھالتے ہی اپنے مسلمان چوکیدار غلام یٰسین کو مرزائیت کی تبلیغ کی جس پر غلام یٰسین نے شدید غصہ اور برہمی کا اظہار کیا۔ مرزائی ڈاکٹر نے اسی جرم کی پاداش میں غلام یٰسین کے خلاف چوکی پولیس کانڈیوال اور سٹی تھانہ چنیوٹ میں دفعہ ۵۰۶ کے تحت پرچے درج کروا دیئے جبکہ پرچہ مرزائی ڈاکٹر پر ہونا چاہیئے تھا جس نے مسلمان کو مرزائیت کی تبلیغ کی۔ مولانا اللہ یار ارشد نے مطالبہ کیا ہے کہ غلام یٰسین کے خلاف جھوٹے پرچے خارج کئے جائیں اور مرزائی ڈاکٹر کے خلاف ۲۹۸ سی کے تحت (مرزائیت کی تبلیغ کرنا) مقدمہ درج کر کے گرفتار کیا جائے۔ انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ علاقائی مراکز صحت اور تعلیمی اداروں سے مرزائی افراد کو فوراً تبدیل کیا جائے۔

۱۱ جون کو ناصر دواخانہ گول بازار ربوہ کا مالک حکیم رفیع مقدمہ نمبر ۹۴ زیر دفعہ ۲۹۸ سی گرفتار کر کے جوڈیشنل حوالات میں بند کر دیا گیا۔ اس نے رمضان المبارک میں میقات الصیام شائع کیا اور اس پر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات لکھیں۔

ربوہ کے موضع ڈاور میں مرزائیوں نے سٹور کے نام پر اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنے کی کوشش

کی۔ علاقہ کے مسلمان مشتعل ہو گئے۔ مولانا اللہ یار ارشد نے مسلمانوں کے عظیم الشان احتجاجی جلسہ سے خطاب کیا۔ اور انہیں پُرامن رہنے کی تلقین کی۔ مرزائیوں نے انتظامیہ کو جھوٹی درخواست دی تھی کہ احرار کارکن اُن پر بلوہ کرنے آئے ہیں۔ پُرامن احتجاجی جلسہ نے اِس جھوٹ کا پردہ چاک کر دیا۔ تا حال مرزائی معبادت گاہ کی تعمیر روک دی گئی ہے۔

ملتان

سفیان سلیمی

- متحدہ سنی محاذ کی سپریم کونسل کا اجلاس
- گلگت میں اہل سنت پر مظالم اور حقوق کی پامالی
- جامعہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ سے سید عطاء المحسن بخاری کا خطاب

متحدہ سنی محاذ کی سپریم کونسل کا ایک اہم اجلاس ۸ جون کی شام جامعہ خیر المدارس ملتان میں منعقد ہوا۔ محاذ میں شامل پندرہ دینی جماعتوں کے سربراہوں اور نمائندوں نے شرکت کی۔

مجلس احرارِ اسلام کے ناظم اعلیٰ سید حضرت مولانا عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ کے علاوہ سید عطاء المؤمن بخاری اور سید محمد کفیل بخاری نے جماعت کی نمائندگی کی۔ اجلاس کی صدارت محاذ کے امیر جناب مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے کی اجلاس میں متفقہ طور پر حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ فرقہ واریت کی آڑ میں گلگت اور بلتستان کو پاکستان سے الگ کرنے کی سازشں کا نوٹس لیا جائے اور ان علاقوں میں ہونے والے عام اجتماعات میں پاکستان کی مخالفت اور بھارت و روس کی حمایت میں تقاریر کرنے والے عناصر کے خلاف آئین و قانون کے مطابق فوری کارروائی کی جائے اجلاس میں ملک کی عمومی صورت حال کے علاوہ گلگت، سکردو، ڈیرہ اسماعیل خان، چکوال، رحیم یار خان، خیرپور ٹامیوالی اور دیگر شہروں کے خصوصی حالات کا جائزہ لیا گیا۔ اہل سُنت کے خلاف کی جانے والی غیر منصفانہ کارروائیوں اور سنی اکثریت کے آئینی و قانونی حقوق کے سلسلہ میں محاذ کا ایک اعلیٰ سطحی وفد صدر ضیاء الحق سے ملاقات کرے گا، ۱۵ اگست کو لاہور میں کل پاکستان تحفظ قرآن و سنت کانفرنس منعقد کی جائے گی جس میں ملک گیر سطح پر سنی عوام شریک ہو کر اپنے حقوق کی بحالی کے لیے عوامی جدوجہد کا آغاز کریں گے۔

۱۵ اگست کو تحفظ قرآن و سنت کانفرنس کے انتظامات کی نگرانی کے لیے مولانا سید عطاء المحسن بخاری، مولانا زاہد الراشدی اور مولانا حق نواز جھنگوی پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔

تنظیم اہل سنت شمالی علاقہ جات کے راہنماؤں کی دعوت پر محاذ کا ایک وفد گلگت اور دیگر علاقوں کا دورہ بھی کرے گا۔ سید عطاء المحسن بخاری وفد میں شریک ہوں گے۔

۱۰ جون کو جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ کی آخری نشست سے حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری نے حالات حاضرہ کے حوالہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اسلام میں اجتہاد کا دروازہ کبھی بند نہیں کیا گیا۔ اور نہ آئندہ ہوگا لیکن اس موضوع کے حوالہ سے علماء پر طعن توڑنے والے بالشیتوں اور نام نہاد منکروں کو ہرگز مجتہد تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اجتہاد کے لیے جس شخصی علمی اور عملی معیار کی ضرورت ہے اُسے نظر انداز کر کے اجتہاد کا دروازہ کھولنے والے چھُٹ قدے، احمقوں کی دوزخ کے باسی اور حرلئے تاریخ کے پاگل پرندے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ پاکستان میں آج تک کوئی بھی حکمران اسلام سے مخلص نہیں رہا۔ حکمرانوں اور سیاست دانوں نے ہمیشہ ملک میں سیکولرازم کا بول بالا کرنے کی کوشش کی ہے آج لادینیت کے فروغ کے لیے مُلّاازم کے نام پر دینی اقتدار، اصول اور معتقدات کو پامال کرنے کی ناپاک جسارتیں ہو رہی ہیں۔ بیوروکریٹس اور نام نہاد دانشور مغربیت اور جدیدیت کے سیلاب میں نہ صرف خود بہہ گئے ہیں بلکہ وہ قوم کو بھی دینی تشخص اور ملی غیرت و حمیت سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ نفاذ اسلام کے عمل کو روکنے کیلئے مُلّا شاہی کی آڑ میں تبرّا بازی کر رہے ہیں

انہوں نے کہا کہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے معیار حق و صداقت ہونے کی حیثیت پر دین کی پوری عمارت قائم ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نفاذ اسلام انتخابات سے نہیں صرف انقلاب سے ممکن ہے لیکن یہاں صورت حال یہ ہے کہ جن لوگوں کو نفاذ اسلام کی راہ میں رکاوٹ کہہ کر حکومت سے علیحدہ کیا گیا ہے اُنہیں دوبارہ حکومت میں شامل کر لیا گیا اور نفاذ اسلام کی ذمہ داری اُن لوگوں کو سونپی گئی ہے جو خود اسلام نہیں چاہتے۔ انہوں نے فرمایا کہ علماء دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کے انفرادی دائروں سے نکل کر ایک ہو جائیں اور متحدہ اجتماعی قوت سے دینی انقلاب برپا کر دیں۔

۱۹ جون کو قومی یوتھ لیگ ملتان کے زیر اہتمام پہلی سالانہ قرآن کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، سید محمد کفیل بخاری اور مولانا محمد حنیف جالندھری نے بھی خطاب کیا۔

زبانِ خلق

وفا کی لازوال مثال

نقیبِ ختمِ نبوت ہر ماہ نئی شان کے ساتھ شائع ہو رہا ہے طلبا اور اساتذہ بڑی دلچسپی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مرزائیت کے خلاف احرار کے جہاد کو جاری رکھنے پر آپ مبارک باد اور خراجِ تحسین کے مستحق ہیں بانیٔ تحریکِ ختمِ نبوت حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو ذمہ داری آپ کو سونپی تھی آپ دیانت داری کے ساتھ اس سے عہدہ برآ ہوئے ہیں اور ختمِ نبوت مشن سے وفا کی لازوال مثال قائم کی ہے۔ ہمارے سکول میں ایک مرزائی طالبعلم زیرِ تعلیم ہے۔ اس نے رمضان المبارک میں دعوت افطار اور شعبۂ تعلیم القرآن میں شرکت کی پوری کوشش کی۔ الحمد للہ اساتذۂ کرام اور طلبہ نے اُسے منع کر دیا چونکہ مرزائی تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اس لیے کوئی مرزائی قانوناً اسلامی شعائر نہیں اپنا سکتا۔ ہم طلبہ اپنے کلاس انچارج اور دیگر اساتذۂ کرام کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے دینی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہم نقیبِ ختمِ نبوت کی اشاعت وتبلیغ میں ہر ممکن سطح پر تعاون کریں گے اور اِس جہاد میں اپنا حصّہ ڈالیں گے۔

محمد افضل خان، سید محمد جمشید بخاری

سٹوڈنٹ جماعت دہم گورنمنٹ رفاہِ عام ہائی سکول ملتان

شمشیرِ بے نیام

نقیبِ ختمِ نبوت مرزائی امت کے خلاف مجلس احرارِ اسلام کی شمشیرِ بے نیام ہے۔ آپ جس مشن کی تکمیل و دفاع کی جدوجہد میں مصروف ہیں وہاں سکونِ قلب اور ضمیر کا اطمینان دونوں نعمتیں میسر ہیں۔ ہم آپ کے شانہ بشانہ اور قدم بہ قدم ہیں۔

سعید احمد آزاد

صدر یونٹ انجمن سپاہِ صحابہ تاجیوال

شجاع آباد

جہاد جاری رہے گا

نقیبِ ختمِ نبوت کا ہر شمارہ دلکش، خوب صورت اور جاندار ہوتا ہے "مرزائیت کا ماضی و حال" تاریخی سچائیوں پر مشتمل مضمون ہے۔ جس نے مرزائیت

کے دجل و فریب اور شیطانی فرنگی جال کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ ان شاء اللہ احرار کا جہاد جاری رہے گا۔

ابو مغیرہ عبدالرحیم نیاز چوہان

حق کی للکار

رحیم یار خان

نقیبِ ختمِ نبوت مرزائیت کے تابوت میں آخری کیل ہے۔ حق کی اس للکار سے مرزائی بزرجمہرے اور ان کے نقل بتوسے اپنی چوکڑی بھول گئے ہیں۔ ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

میاں ریاض الحق سنی پبلیکیشنز اردو بازار لاہور

حق کا پاسبان

نقیبِ ختمِ نبوت کا باقاعدگی سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ علمی مضامین، دلچسپ معلومات اور کھری کھری باتیں اس پر مستزاد ہیں۔ نقیب فی الحقیقت روایاتِ احرار کا امین اور حق کا پاسبان ہے۔

حافظ محمود اشرف، محمد ادریس اعوان

المحمود اکیڈمی اردو بازار۔ لاہور

مرزا طاہر کی دعوتِ مباہلہ قبول

مرزائیوں کے مفرور سربراہ مرزا طاہر نے لندن سے پوری امتِ مسلمہ کو مباہلہ کا چیلنج دیا تو جامع مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا اللہ یار ارشد نے چیلنج قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ مسٹر طاہر مرزا کو بذریعہ تار مطلع کر دیا گیا ہے۔ مباہلہ کی جگہ اقصٰی چوک ربوہ مقرر کر دی گئی ہے۔ مرزا طاہر چاہے تو لندن یا کسی دوسرے مقام پر بھی اس کی خواہش کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ ۱۵ر جولائی تک جواب نہ آنے کی صورت میں اقصٰی چوک ربوہ میں جشنِ فتح منایا جائے گا!

امیرِ شریعت نمبر

"بانیٔ احرار، مؤسس تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت بطلِ حریت، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ کی ستائیسویں برسی کے موقع پر "نقیبِ ختمِ نبوت" اگست میں "امیرِ شریعت نمبر" پیش کر رہا ہے۔ یہ نمبر تاریخی اہمیت کا حامل ہوگا۔ مضامین بھیجنے کی آخری تاریخ ۱۵ جولائی ہے۔ پیشگی آرڈر بک کرانے والوں کو خصوصی رعایت۔ اشتہارات بھیجنے کی آخری تاریخ ۲۰ر جولائی ہے۔

کالجوں، یونیورسٹیوں اور دینی مدارس و جامعات کے طلباء کیلئے

مقابلۂ مضمون نویسی

زیرِ اہتمام تحریکِ طلباءِ اسلام ملتان بہ تعاون حلقۂ اربابِ قلم ملتان

مقابلہ ۱۔ عنوان۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ ــ قدرتِ حاضر کا متکلّم اعظم

مقابلہ ۲۔ عنوان۔ امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

ع "قبلۂ اہلِ نظر نقشِ قدم بھٹے جن کے"

شرائط

○ ایک ہی صاحب دونوں مقابلوں میں حصّہ لے سکتے ہیں ○ مضمون کم ازکم ۸ فُل اسکیپ سائز کے صفحات اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ صفحات پر مشتمل ہونا چاہیئے ○ مضمون کے ساتھ اپنے تعلیمی ادارے کے کارڈ (شناخت نامہ) کی مصدقہ نقل (فوٹوکاپی) ضرور بھیجنا ہوگی ○ مضامین کی وصولی کی آخری تاریخ ۲۰ر جولائی ۱۹۸۸ء ہے۔

انعامات: **اوّل:** (۱) ۵۰۰/- روپے نقد (۲) ایک سال کیلئے نقیبِ ختمِ نبوت جاری کیا جائے گا۔ (۳) جماعت کے لٹریچر کا مکمل سیٹ۔ **دوم:** (۱) ۳۰۰/- روپے نقد (۲) ایک سال کے لئے نقیبِ ختمِ نبوت جاری کیا جائے گا۔ **سوم:** (۱) ۲۰۰/- روپے نقد (۲) ایک سال کے لئے نقیبِ ختمِ نبوت جاری کیا جائے گا۔ **نوٹ:** دس محرم کو انعامات تقسیم کیئے جائیں گے!

پتہ: معتمد حلقۂ اربابِ قلم ملتان، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے۔!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے

مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمّتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدّت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمّتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ مُلک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

★ مدرسہ معمورہ — مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان

★ مدرسہ معمورہ — دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان

★ مدرسہ محمودیہ معمورہ — ناگڑیاں ضلع گجرات

★ جامعہ ختمِ نبوّت — مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۸۶

★ مدرسہ ختمِ نبوّت — سرگودھا روڈ ربوہ

★ دارالعلوم ختمِ نبوّت — چیچہ وطنی۔ فون نمبر: ۲۹۵۳

★ مدرسہ ابوبکر صدّیق — تلہ گنگ ضلع چکوال

★ یوکے ختمِ نبوّت مشن — (ہیڈ آفس) گلاسگو، برطانیہ

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلّغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — یہ تمام کام اُمّتِ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعاء ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

فقیر سیّد عطاء المحسن بخاری
مدیر مدارس التحفیظ و المساجد
دارِ بنی ہاشم ○ پولیس لائنز روڈ ○ ملتان
ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان